امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

ماہنامہ شریعت

اردو

جلد 2 جمادی الثانی 1434ھ بمطابق مئی 2013ء شمارہ 2

2014 کے بعد پس پردہ امریکی عزائم

موسم بہار کے ساتھ نئے خالدبن ولید آپریشن کے آغاز کے متعلق امارت اسلامیہ کے رہبری شوری کا اعلامیہ

ترکی انجینئر کی آزادی اور قرائن وقیاسات

مجاہدینِ کرام کے لیے غزوہء حنین سے حاصل شدہ اسباق!

خستہ حال فوج

جہاد ایک نظریہ

کرزئی کا دورہ قطر......؟

بدخشان جہادی امور کے معاون مولانا عبدالغنی فائق سے گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن أنس بن مالك رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:
ما من عبد يموت له عند الله خير يسره أن يرجع إلى الدنيا وأن له الدنيا
وما فيها إلا الشهيد لما يرى من فضل الشهادة فإنه يسره أن يرجع إلى الدنيا
فيقتل مرة أخرى:: بخاری، حدیث نمبر ۲۶۴۲ کتاب الجہاد۔

ترجمہ: "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:
آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی اللہ کا بندہ جسے مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ سے خیر وثواب ملا ہے، دنیا ومافیہا کو پاکر بھی دوبارہ یہاں آنا پسند نہیں کرے گا۔ جب کہ اس کے لئے دنیا ومافیہا کی ساری چیزیں ہو جائیں۔ (یعنی اگرچہ اس کو دنیا کی ساری چیزیں دے دی جائیں) سوائے شہید کے کہ چونکہ وہ شہادت کی فضیلت و مرتبے کو دیکھ چکا ہو گا تو اس کے لئے یہ بات خوش کن ہو گی کہ دوبارہ دنیا میں لوٹ جائے اور پھر سے شہید ہو جائے۔

تشریح: حدیث بالا میں شہید اور غیر شہید کے درمیان فرق مراتب کا ذکر ہے کہ عام جنتی سے ایک شہید کی فضیلت و مرتبت بہت زیادہ ہو گی، اسی وجہ سے شہید جب اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا مشاہدہ کرے گا تو اس کی تمنا یہ ہو گی کہ کاش وہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائے اور پھر شہید ہو جائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

اردو ماہنامہ

شریعت

جلد 2 جمادی الثانی 1434ھ بمطابق مئی 2013ء شمارہ 2

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : سلیمان غوری

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- شمس ابدالی
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- 2014 کے بعد پس پردہ امریکی عزائم 2
- موسم بہار کے ساتھ نئے خالد بن ولید آپریشن کے آغاز کے متعلق امارت اسلامیہ کے رہبری شوری کا اعلامیہ 3
- نامور جہادی کمانڈر ملا مشر اخوند کے مختصر حیات و سوانح 5
- لایحہ اردو متن 8
- کرزئی کا دورہ قطر۔۔۔۔۔۔؟ 10
- خستہ حال فوج 12
- والی بال کا کھیل اور خواتین کے حقوق 14
- انسانی سانحات کی روک تھام کے لیے مخلصانہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ 15
- ترکی سے معافی مانگنا۔۔۔اسرائیل کا غرور زمین بوس 18
- بگرام! جہاں ساڑھے چار ہزار انسانیت سسک رہی ہے۔ 20
- بدخشان جہادی امور کے معاون مولانا عبدالغنی فائق سے گفتگو 22
- امریکہ کے بعد! 25
- جہاد ایک نظریہ 27
- ترکی انجینئر کی آزادی اور قرائن و قیاسات 29
- مجاہدین کرام کے لیے غزوہ حنین سے حاصل شدہ اسباق! 30
- جنگی جرائم (مارچ) 33
- افغانستان گزشتہ مارچ میں 34
- جمادی الاولی میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول 44

رابطہ کے لیے برقی پتہ:

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:

www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات..........30 ڈالر

بنگلہ دیش..........28 ڈالر

ڈیزائننگ : سلمان بدر

مدیر اعلی

ادار یہ

2014 کے بعد پس پردہ امریکی عزائم

”افغانستان میں امریکی افواج کے سربراہ جنرل جوزف ڈان فورڈ نے کہا ہے کہ 2014 کے بعد بھی افغانستان میں 13 ہزار تک امریکی اور 7 ہزار تک دیگر اتحادی ممالک کے فوجیوں کا باقی رہنا ضروری ہے“۔

سب جانتے ہیں کہ امریکہ دنیا کا ایک بدمعاش حکومت ہے، وہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا کو اپنے غلط فیصلوں اور ناپاک ارادوں کا تابع بنائے۔ وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے عملی اقدامات اٹھاتا ہے اور آج آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام مسائل امریکہ کی اسی خواہش کی وجہ سے سامنے آئے ہیں۔ کمزور قوموں پر چڑھائی ہو، حکومتوں کو گرانا ہو، دوسرے ملکوں میں اپنے فوجی اڈے بنانے ہوں، اپنی مرضی کے کٹھ پتلی حکومتوں کا قیام ہو یا شکست کی صورت میں کسی ملک سے راہ فرار اختیار کرنی ہو یہ سب کچھ وہ اپنے پروگرام کے تحت کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اقوام متحدہ، نیٹو اور مقامی کٹھ پتلی حکومتوں کو استعمال کرتا ہے لیکن حتمی فیصلے کا حق ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ افغانستان پر حملہ، آج تک بے جا قبضہ اور قبضہ کے دوران گزشتہ برسوں میں اہم فیصلے امریکہ نے خود اور اپنے مفاد کے حصول کی خاطر کئے ہیں اور آئندہ بھی وہ تمام تر فیصلے صرف او صرف اپنے مفاد اور مقاصد کے حصول کے لئے ہی کرے گا۔

ہم امریکہ کی تاریخ اور نفسیات سے آگاہ ہیں۔ اس نے جب بھی کسی ملک میں اپنے ناپاک قدم رکھے ہیں، اس پر ناجائز قبضہ کرکے اسے اپنا مستقل ٹھکانہ بنالیا ہے البتہ اگر اس کے نکلنے کی سبیل بنی ہے تو وہ صرف وہاں کے مقامی لوگوں کی شدید ردعمل، طاقت اور زور کا استعمال ہے۔ اس لئے ہم نے شروع ہی سے مسلح جدوجہد کو ہی اپنے مسئلے کا واحد حل سمجھا۔ آج تک ہماری سرزمین سے جس اتحادی فوج نے بھی راہ فرار اختیار کی ہے اس کی وجہ افغانستان میں ان کی پٹائی، خلاف توقع اموات اور روز بروز بڑھتی ہوئی نفسیاتی بیماریاں ہیں۔ اور آئندہ کے لئے بھی وہ منت سماجت، مذاکرات اور مفاہمت کے ذریعے نہیں بلکہ زور اور طاقت کے بل بوتے پر ہی یہاں سے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مذاکرات کرنا نہیں چاہتے یا مذاکرات کرنا جانتے نہیں، نہیں ایسا ہرگز نہیں بلکہ امریکی حکمرانوں کی شرپسند طبیعت کو دیکھتے ہوئے مسئلے کا واحد حل صرف اور صرف مسلح جدوجہد ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

امریکہ کی سرکردگی میں مغربی غاصب اپنے وسیع سٹریٹجک مفاد کی خاطر لمبے عرصے تک قبضہ کی نیت سے ہمارے ملک پر حملہ آور ہوئے تھے۔ لیکن جب افغانیوں کے ردعمل اور سخت مقابلہ کی وجہ سے ان کے جنگی نقصانات میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور جنگ جیتنے کی تمام امیدیں خاک میں ملنے لگیں تو اتحادی ممالک نے ایک ایک کرکے یہاں سے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت سمجھی۔ یہ صورت حال دیکھ کر امریکہ نے میدان جنگ میں تنہا باقی رہنے اور مزید ہزیمت سے بچنے کے لئے 2014 میں افغانستان سے انخلاء اور سیکیورٹی کے تمام تر انتظامات کرزئی حکومت کے حوالے کرنے کا اعلان کیا۔ اور ساتھ میں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ 2014 کے بعد افغانستان میں ایک بھی خارجی فوجی نہیں ہوگا۔ سٹراٹیجک معاہدے [کہ امریکی فوج مزید دس برس کے لئے افغانستان میں رہے گی] کی روشنی میں یہ بات سراسر جھوٹ اور بہکاوے پر مبنی تھی۔ اور یہ جھوٹ آج افغانستان میں تعینات نیٹو افواج کے سربراہ جنرل جوزف ڈان فورڈ کے اس بیان سے خوب کھل سامنے آیا ہے کہ ”

”افغانستان میں امریکی افواج کے سربراہ جنرل جوزف ڈان فورڈ نے کہا ہے کہ 2014 کے بعد بھی افغانستان میں 13 ہزار تک امریکی اور 7 ہزار تک دیگر اتحادی ممالک کے فوجیوں کا باقی رہنا ضروری ہے“۔

امریکیوں کا خیال ہے کہ اس طرح افغانی بہکاوے میں آجائیں گے، کابل حکومت کو خود مختار ادارہ سمجھتے ہوئے جہاد سے ہاتھ اٹھالیں گے جس کی بدولت شائد ہمیں افغانستان میں اپنا قبضہ برقرار رکھنے کا موقع ہاتھ آجائے۔ یہ امریکیوں کی خام خیالی ہے کیونکہ جب تک افغانستان میں ایک بھی بیرونی فوجی کا وجود ہوگا افغانی اپنے ملک کو مقبوضہ ہی سمجھیں گے اور اس کی آزادی کے لئے مسلح جدوجہد جاری رکھیں گے جس کا مقابلہ یقیناً یہ 20 ہزار فوجی نہیں کر پائیں گے

لہٰذا امریکہ کے لئے بہتر یہی ہے کہ جتنا جلد ہوسکے ہمارا ملک چھوڑ کر چلا جائے، اپنے لاڈلے فوجیوں کو مزید مرنے سے بچائے اور افغانیوں کو اپنے فیصلے خود کرنے کا موقع دے۔ ورنہ مزید ہزیمت کیبعد مجبوری کے عالم میں امریکی حکمرانوں کا اسی بات کے سامنے جھکنا یقینی ہے۔

ان شاء اللہ تعالی ، وما ذلک علی اللہ بعزیز

موسم بہار کے ساتھ نئے خالدبن ولید آپریشن کے آغازکے متعلق
امارت اسلامیہ کے رہبری شوری کا اعلامیہ

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا (84) النساء

ترجمہ: مومنوں کو {لڑائی} پر ابھاریے۔ بہت جلد اللہ تعالی کافروں کا زور توڑ دے گا۔

...نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿13﴾ الصف

ترجمہ: اللہ کی فتح اور نصرت انتہائی قریب ہے اور مومنوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔

الحمدللہ وحدہ، صدق وعدہ ونصرعبدہ واعزجندہ وھزم الاحزاب وحدہ وبعد!

گذشتہ گیارہ برس سے افغان مجاہدین اپنے دین اور ملک کی دفاع کی راہ میں صلیبی استعمار اوران کے بے مروت حامیوں کیساتھ جہاد اور مزاحمت کے محاذوں میں مصروف عمل ہیں، اس طویل عرصے کے دوران اللہ تعالی کے کرم سے ان کے جہادی عزم، حوصلے اور استقامت میں روز بروز اضافہ ہوتارہا۔ اللہ تعالی کی نصرت سے مجاہدین نے عالمی کفر کو تمام محاذوں میں ناقابل فراموش شکست دی ہے، اور دشمن کو تمام تر فوجی قوت کے باوجود مغلوب اور آخرکار فوجی اڈوں سے فرار ہونے پر مجبور کردیا ہے۔

وماالنصرالامن عنداللہ العزیزالحکیم۔

ترجمہ: اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی جانب سے جو اچھی حکمت اور تدبیر کا مالک ہے۔

ملک کے باقی ماندہ علاقوں کو بھی غاصبوں اوران کے مفسد داخلی ایجنٹوں کی کفری تسلط سے پاک کروانے اور وہاں مسلم عوام کی جہادی آرزوں کے مطابق شرعی اور خود مختار حکومت کے قیام کے لیے امارت اسلامیہ افغانستان حسب سابق اس سال کے نئے آپریشن کو اسلامی تاریخ کے فاتح سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام سے منسوب کرنے کا اعلان کرتی ہے۔ اللہ تعالی سے دست بدعاء ہیں کہ جس طرح جلیل القدر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں اس وقت کی مغربی رومی عالمگیریت کو دمشق اور یرموک کے معرکوں میں تاریخی شکست دی گئی، اب بھی اس جہادی مبارک آپریشن کو مغربی غاصبوں کی شکست، مقبوضہ ملک کی مکمل آزادی اور وہاں اسلامی حاکمیت کی نفاذ کے لیے آخری آپریشن ثابت کرے۔

وماذالک علی اللہ بعزیز

خالد بن ولید جہادی آپریشن امارت اسلامیہ کے عسکری ماہرین کی براہ راست نگرانی میں امسال نئی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آگے بڑھایا جائیگا۔

بہار کے آغاز کے ساتھ شروع ہونے والا نیا آپریشن کم وکیف ہر لحاظ سے خصوصی عسکری حکمت عملیوں پر مشتمل ہوگا اور استعمار کی تباہی کے لیے ان کے مراکز میں نفوذ پانے والے مجاہدین کی کامیاب کارروائیاں ایک خاص ترتیب اور نظم وضبط کے ساتھ شروع کی جائیں گی۔

اسی طرح بیرونی استعماروں کے فوجی اڈوں، سفارتی مراکز اور فوجی ہوائی اڈوں پر سرفروش مجاہدین کے اجتماعی فدائی حملے مزید منظم انداز میں جاری رہیں گی اور بیرونی غاصبوں کے قتل عام، زخمی کرنے اور انہیں قیدی بنانے میں تمام ممکنہ حکمت عملیوں کو بروئے کار لایا جائیگا۔

خالد بن ولید جہادی آپریشن رواں سال 18/جمادی الثانی 1434ھق بمطابق 28/اپریل 2013ء ملک بھر میں اللہ اکبر کے نعرے سے غاصب استعمار اوران کے بے مروت حامیوں کے خلاف عملاً شروع ہوگا، جس طرح 28/اپریل کیمیونزم کے خلاف ہماری مقدس جہاد کی کامیابی کا دن ہے، اسی نیک شگون پر اللہ تعالی کی نصرت سے ہمیں امید ہے، کہ یہ مبارک آپریشن بھی امریکی قیادت میں منحوس اتحاد کی شکست کا سبب بنے۔

امارت اسلامیہ خالد بن ولید آپریشن کے آغاز کے اعلان کے ساتھ کارروائیوں کے دوران اپنے تمام مجاہدین کو عوام کی جان ومال اور تمام نجی املاک اور عام المنفعۃ تنصیبات کی حفاظت کا فوری اور قطعی حکم دیتی ہے، مسلمان ہموطنوں سے بھی گزارش کرتی ہے کہ سویلین نقصانات کی سدباب کے لیے غاصبوں کے مراکز، ان کیساتھ کام کرنے اوران کے رہائشی مقامات سے دور رہیں۔

نیز کرزئی کی کٹھ پتلی انتظامیہ کے تمام ملازمین اور کارکنوں کوایک بار پھر بتاتے ہیں، کہ اسلامی ارشادات، قومی مفادات اوراپنی حفاظت کی خاطر اس بوسیدہ نظام کے صفوں سے علیحدہ ہوکر امن و صلح کی فضا میں اپنے عوام کے شانہ بشانہ پرسکون زندگی اختیار کریں۔

امسالہ خالد بن ولید آپریشن کے دوران غلام انتظامیہ کے تمام کارکنوں کیساتھ ان تمام مقررات، ہدایات اوراعلامیوں کی روشنی میں سلوک کیا جائیگا، جو دعوت وارشاد اور جلب وجذب {بھرتی} کمیشن کی جانب سے انکے سرنڈر ہونے کے وقت انہیں امن دینے اور مجاہدین سے ملنے کی صورت میں صادر ہوئے تھے۔

جس طرح گذشتہ برس دشمن کے صفوں سے کثیر تعداد میں لوگ دشمن سے علیحدہ ہوکر مجاہدین سے آملے تھے، ان کے سرومال اور عزت کا مکمل تحفظ کیا گیا۔

امارت اسلامیہ خالد بن ولید آپریشن کے آغاز سے قبل اپنے مسلمان عوام کے تمام دیندار اور قومی عمائدین اور عوام کے تمام بااثر اشخاص سے مطالبہ کرتی ہے، کہ اپنے نوجوانوں کو امریکی مزدور ملیشیا (نیشنل آرمی، پولیس اور جنگجوؤں) کی صفوف سے دور رکھیں اوراس طرح انہیں دنیوی اوراخروی تباہی سے نجات دلادیں۔

امسالہ خالد بن ولید آپریشن امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین کی جانب سے اللہ تعالی کی رضا، افغانستان کی خودمختاری اور وہاں اسلامی حاکمیت کے قیام کی غرض سے امریکہ، نیٹو اوران کے متحدین کے خلاف شروع ہوگا، جس کی کامیابی کے لیے اللہ تعالی کی بارگاہ سے عاجزانہ دست بدعاء ہیں اوراس کے نتائج سے خیر، سعادت اور توفیق کی امید رکھتے ہیں۔

أَلَآ إِنَّ نَصۡرَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ (البقرة –214)

والسلام

رهبری شوری

امارت اسلامیه افغانستان

نامور جہادی کمانڈر ملا مشر اخوند کے مختصر حیات و سوانح

عبدالرؤف حکمت

افغانستان میں جب فساد اور فتنوں کے خلاف علماء کی قیادت طالبان کی اسلامی تحریک اٹھی تو اسلامی تحریک کے فرائض میں سے ایک اہم کام مجاہدین کی عسکری قیادت اور ان کی فوجی رہنمائی تھی۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے امارت اسلامیہ کی صفوں میں انتہائی بہادر، طاقتور اور فداکار جہادی قائدین موجود تھے جن میں اہم شخصیت ملا عبدالقیوم معروف بہ ملا مشر اخوند کی بھی تھی۔ ملا مشر شہید ان عظیم مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے امارت اسلامیہ کی تاسیس اور توسیع میں انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔ کافی عرصے تک امارت اسلامیہ کے جہادی لشکروں کے سالار رہے۔ ان کی قیادت میں مجاہدین نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ ان کے جہادی کردار اور شخصیت پر گفتگو سے پہلے ان کا مختصر تعارف کراتے ہیں۔

پیدائش اور ابتدائی حالات زندگی :

ملا مشر کا اصل نام ملا عبدالقیوم ہے، ان کا تعلق پشتون قوم کے ایک قبیلے ترین سے تھا، آپ روزگان ضلع گیزاب کے مرکز چونی بازار کے علاقے میں 1945ء میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ملا عبدالشکور دادا کا نام ملا مومن تھا۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سے علماء اور صوفیاء کا خاندان رہا۔ ملا مشر اخوند کے والد ملا عبدالشکور کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے ملا عبدالغنی روس کے خلاف جہاد میں شہید ہوگئے۔ دوسرے بیٹے ملا عبدالقیوم یعنی ملا مشر اخوند تھے۔ تیسرے بیٹے کا نام ملا عبدالروف تھا وہ بھی روس کے خلاف جہاد میں شہید ہوگئے۔ ملا مشر اخوند نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی، بعدازاں قندہار کے ضلع بولدک اور بلوچستان ضلع پشین کے مختلف علاقائی مدارس میں اپنی دینی تعلیم جاری رکھی۔ وہ اپنے تعلیمی سفر کے درجہ سادسہ تک پہنچے تھے کہ افغانستان پر روسی جارحیت کا آغاز ہوگیا۔ ملا مشر اخوند نے درس وتدریس کی بجائے روس کے خلاف جہاد کے لیے اپنی زندگی وقف کردی۔

ملا مشر کی وجہ تسمیہ:

بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو شہید ملا مشر اخوند کے اصل نام ملا عبدالقیوم سے واقف ہوں گے کیوں کہ وہ اپنی نوجوان عمری ہی سے ملا مشر کے نام سے شہادت تک (50 سال) اسی نام سے مشہور تھے۔ یہی نام ان کے اصل نام کی جگہ پکارا جاتا تھا۔ دراصل جب ملا مشر طالب علم تھے اس وقت طلبہ ساتھیوں کے درمیان زور آزمائی کے مقابلوں میں ہمیشہ وہ پہلے نمبر پر آتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے ہم عمروں میں سے کوئی بھی مقابل انہیں پہلوانی کے مقابلوں میں شکست نہ دے سکا۔ اسی لیے وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان ملا مشر کے نام سے مشہور ہوگئے۔ بعدازاں اس قابل فخر نام نے اصل نام کی جگہ لے لی اور وہ ملا مشر کے نام سے مشہور ہوگئے۔

روس کے خلاف جہاد:

افغانستان پر کمیونسٹ نظام کی حاکمیت کے بعد جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا اس وقت ملا مشر پاکستان بلوچستان ضلع پشین کے ایک علاقائی مدرسے میں زیر تعلیم تھے۔ جہاد کے آغاز کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے بھائیوں کی طرح خود کو بھی جہاد کے لیے وقف کردیا۔ اس وقت افغانستان کے جنوب میں صوبہ زابل میں ایک مشہور جہادی محاذ تھا جس کے امیر، امیر موسی کلیم تھے۔ بہت عرصے تک علماء وطلبہ اس محاذ پر جمع ہو کر روسیوں کے خلاف سرگرم عمل رہے ملا مشر اخوند نے بھی پہلے پہل اپنی جہادی کارروائیوں کا آغاز امیر موسی کلیم کی قیادت میں کیا۔ صوبہ زابل میں کئی سالوں تک جہادی خدمت کے بعد ملا مشر اخوند قندہار گئے اور وہاں مولوی عبدالستار اور حافظ عبدالکریم کے جہادی محاذوں میں کچھ عرصہ کام کیا۔ بعدازاں کمانڈر عبدالرازق کے محاذ پر کام شروع کیا۔ اس محاذ کے مراکز قندہار ضلع ارغسان کے علاقے چغنی کے پہاڑوں میں تھے۔ اس لیے زیادہ تر کارروائیاں کابل قندہار شاہراہ، قندہار کے پنجوائی، ڈنڈ اور ژڑی کے اضلاع میں ہوتی تھیں۔ قندہار شہر میں بھی ان کے گوریلا گروپ موجود تھے۔ کمانڈر عبدالرازق کا محاذ اس وقت مشہور محاذوں میں سے تھا جس میں اکثر طلبہ اکھٹے ہوتے تھے۔ ملا مشر اخوند کی طرح امارت اسلامیہ کے چند دیگر بڑے رہنما بھی اس وقت اسی محاذ سے سرگرم عمل تھے جن میں ملا محمد ربانی مرحوم، ملا یار محمد شہید، ملا محمد غوث، ملا محمد عیسی اور ملا احمد اللہ شامل ہیں۔ صوبہ قندہار میں امارت اسلامیہ کے جہادی مسئول ملا محمد عیسی اخند جو روس کے خلاف جہاد میں

زابل اور قندہار کے محاذوں میں ملا مشر اخوند کے ساتھ رہے تھے وہ کہتے ہیں ملا مشر اخوند زابل اور قندہار کے دونوں محاذوں پر پوری شجاعت اور دیانت سے اپنی جہادی ذمہ داری نبھاتے رہے اور بہت کم وقت میں ایک بہادر، طاقت ور اور مخلص مجاہد کے طور پر مشہور ہوگئے۔ ملا مشر اخوند کی یہی فداکاری اور بلند جہادی استعداد تھی جس کے باعث انہیں اپنے ساتھیوں میں بہت رسوخ اور مقبولیت ملنے لگی اور وہ ایک جہادی رہنما کی حیثیت سے ابھرنے لگے۔ باوجود اس کے کہ محاذ کے عمومی کمانڈر کچھ اور لوگ تھے مگر عملاً قیادت تب بھی ان کے ہاتھ میں تھی۔

روس کے خلاف جہاد کے دوران ملا مشر اخوند نے کئی مرتبہ سخت ترین مشکل حالات کا سامنا کیا اور زخمی بھی ہوئے۔ ایک بار قندہار ہوائی اڈے کے قریب خوشاب کے علاقے میں روسی افواج کے ساتھ ایک آمنے سامنے معرکے میں شدید زخمی ہوگئے، ان کے جبڑوں کو بری طرح چوٹ آئے۔ کمیونزم کے خلاف جہاد کے آخری دور میں ملا مشر اخوند قندہار سے اپنے وطن اصلی اروزگان چلے گئے، وہاں انہوں نے مجاہدین کے ایک گروپ کی قیادت سنبھالی، اور اس وقت تک وہاں مسلح جہاد جاری رکھا جب تک جہاد کو کامیابی نہ ملی اور کمیونسٹ حکومت کا خاتمہ نہ ہوا۔

امارت اسلامیہ کی صفوں میں خدمت :

کمیونزم کے خلاف جہاد جب کامیابی سے ہمکنار ہوا تو بہت سے حقیقی مجاہدین کی طرح ملا مشر اخوند نے بھی اپنا اسلحہ زمین رکھا اور اپنے وطن اصلی اروزگان کے علاقے گیزاب میں رہنے لگے۔ مگر انہوں نے دیکھا کہ کئی بے احساس لوگ اور مسلح جنگجو جہاد کے ثمرات سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اقتدار کی جنگ ایک بڑے فتنے کی صورت سامنے آرہی ہے اور افغانستان کے اسلامی ملک میں کسی کی جان ومال محفوظ نہیں۔ ان حالات نے دیگر مخلص مجاہد رہنماوں کی طرح ملا مشر شہید کو بھی فکر مند کر دیا۔ کہ اس بڑھتے ہوئے فتنے اور فساد کو روکنے کے لیے کوئی حل تلاش کیا جانا چاہیے۔ ملا مشر شہید اپنے ساتھیوں سمیت اسی فکر میں تھے کہ قندہار سے ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں تحریک اسلامی طالبان کا آغاز ہوگیا۔ ملا مشر اخوند کو جیسے اس موقع کا انتظار تھا فوراً ملا عمر کے فرمان پر لبیک کہا اور ان کی امارت میں جہاد کا آغاز کر دیا۔ ملا مشر شہید ان ہستیوں میں سے ہیں جو شروع دن سے تحریک کا حصہ بنے اور افغانستان کے دیگر حصوں میں بھی تحریک کو وسعت دینے کے لیے کامیاب کوششیں کیں۔ تحریک کی تاسیس کے بعد جب قندہار کا پولیس اسٹیشن طالبان کے ہاتھ لگا، تو طالبان نے غزنی، کابل اور پکتیا میں بہت پیش رفت کیا۔ یہاں تک کہ یہ کاروان غزنی، وردگ، پکتیا، پکتیکا، خوست اور بالآخر کابل پہنچ گیا۔ ملا مشر اس سارے سلسلے میں ایک بڑے رہنما کی حیثیت سے حصہ دار رہے۔ ملا مشر اخوند میدان شہر میں طالبان کے دفاعی خط کے ذمہ دار مقرر کیے گئے۔ دار الحکومت کابل کے حملوں کی ذمہ داری بھی ان کے سر ڈالی گئی تھی۔ ملا مشر اخوند جو امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے امیر المومنین جہادی امور میں ان پر بہت اعتماد کرتے تھے، بہت مرتبہ امارت اسلامیہ کی جانب سے ملا صاحب کو ایسے علاقوں کی جانب بھیجا گیا جہاں مجاہدین کو سخت مشکلات کا سامنا ہوتا۔

اگست 1995 کے اواخر میں جب ہلمند میں طورن اسمعیل کی جانب سے بڑا حملہ ہوا اور مجاہدین کو بہت شدید مشکلات کا سامنا ہوا ملا محمد عمر مجاہد نے ملا مشر اخوند کو جو اس وقت میدان شہر میں خط اول کے ذمہ دار تھے قندہار بلایا اور حکم دیا کہ گریشک پہنچ جائیں اور حاجی ملا محمد اخوند کے شہادت کے بعد مجاہدین کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالیں۔

گریشک اور دلارام کی جنگوں میں ملا مشر اخوند کی قیادت میں طالبان نے طورن اسماعیل خان کے اہلکاروں اور مسعود کے حامی مسلح جنگجوؤں کو شکست دے دی۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے فراہ اور ہرات کے صوبے بھی طالبان نے فتح کر ڈالے۔ ہرات کی فتح کے بعد ملا مشر اخوند واپس کابل کے خطوط کی جانب لوٹ گئے اور دار الحکومت کابل پر مغرب، جنوب اور جنوب مشرقی اطراف سے کئی بار شدید حملے کیے۔ آخری حملے میں انہوں نے کافی پیش قدمی بھی کی۔ دار الحکومت فتح کے دہلیز پر تھا کہ کابل کے جنوب مشرق میں قلعہ فتح اللہ کے علاقے میں ملا مشر اخوند دشمن کی بمباری میں شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید ملا مشر اخوند کا جسد خاکی ان کے آبائی وطن اروزگان گیزاب منتقل کیا گیا۔ وہاں ان کے آبائی قبرستان میں ان کی تدفین کی گئی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 50 سال تھی۔ ان کے پسماندگان میں ان کے دو بیٹے بسم اللہ اور رحمت اللہ رہ گئے۔ ملا مشر اخوند کے بیٹے اب الحمد للہ نوجوان ہیں۔ بڑے بیٹے ملا بسم اللہ اپنے علاقے میں امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد میں مجاہدین کے ایک گروپ کی قیادت کر رہے ہیں۔

ملامشر شہید رحمہ اللہ کی خصوصیات:

قریبی ساتھیوں اور احباب و متعلقین کے مشاہدات کے مطابق ملا مشر شہید رحمہ اللہ کی شخصیت کچھ خاص خصوصیات سے مزین تھی۔ ایک طرف اخلاص، تقوی، بہادری، قوی عزم اور توکل ان کے مزاج میں کھوٹ کھوٹ کر بھری ہوئی تھی دوسری طرف ان کا مزاج انتہائی درویشانہ اور بے تکلفانہ تھا۔ ان کے ساتھیوں کا کہنا ہے ملا مشر اخوند کی طبیعت میں ایک دائمی شگفتگی ہوا کرتی تھی، بعض اوقات انتہائی سخت حالات میں بھی خوش طبعی کر کے ساتھیوں کا حوصلہ تازہ رکھتے۔ ملا محمد عیسی اخوند کہتے ہیں کہ سوویت یونین کے خلاف جہاد کے دور میں صوبہ

زابل کے علاقے تازی میں ایک شدید جنگ کے دوران ملا مشر اخوند کی بہادری کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ ان کا کہنا تھا اس وقت جب روسی فوجیوں کے خلاف شدید جنگ جاری تھی، گولیوں کی بارش برس رہی تھی، ملا مشر اخوند وہ واحد شخص تھے جو بلا خوف و خطر آگے بڑھ بڑھ کر روسی فوجیوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔

ملا محمد عیسی اخوند کہتے ہیں شروع میں مجاہدین پرانے غیر اٹو میٹک اسلحوں سے جہاد کر رہے تھے۔ قندہار کے محاذ پر جب پہلی مرتبہ ایک آٹو میٹک کلاشنکوف آیا تو محاذ کے سربراہ نے تمام مجاہدین میں سے ملا مشر اخوند کو وہ اسلحہ دیا کیوں کہ انہیں سب سے زیادہ اعتماد انہیں پر تھا اور اچھے اسلحے کا سب زیادہ انہیں ہی مستحق سمجھ رہے تھے۔ ملا محمد عیسی کہتے ہیں ان کی دوسری بہادری قندہار شہر میں ان کے گوریلا حملے تھے۔ ایک مرتبہ قندہار شہر شکارپور دروازے کے علاقے میں روسیوں کی ایک ٹینک جس پر روسی فوجی بھی سوار تھے۔ ملا مشر اخوند نے اس پر آمنے سامنے حملہ کر دیا۔ روسی فوجیوں کو ہلاک کیا اور پھر جا کر ہلاک ہونے والے فوجیوں سے اسلحہ جمع کر کے لایا اور ٹینک کو آگ لگا دی۔ روس کے خلاف جہاد میں اسلامی تحریک کے دوران بھی مختلف جنگوں میں ملا مشر اخوند کی بہادری کا بار بار مشاہدہ کیا گیا۔ وہ ہر محاذ پر جہاد کی صف میں خود بڑھ کر سب سے مشکل جگہ پکڑتے۔ اسی لیے وہ کئی مرتبہ زخمی بھی ہوئے اور بالآخر شہید بھی ایسے موقع پر ہوئے جب وہ دوسرے ساتھیوں کو نجات دلانے میں مصروف تھے۔

ملامشر اخوند کی شہادت:

سال 1374ھ ق میں طالبان نے دارالحکومت کابل کی فتح کے لیے انتہائی بڑی سطح کی کارروائی کا آغاز کیا۔ یہ کارروائی کابل پر تین اطراف سے شروع کی گئی۔ مغرب، جنوب اور جنوب مشرق سے بیک وقت حملہ کیا گیا۔ طالبان مجاہدین جنوب مغربی محاذ پر کافی آگے بڑھ رہے تھے۔ اسی استقامت کے ساتھ مجاہدین نے چکڑی، بند غازی اور دیگر علاقے قبضے میں لیے یہاں تک کہ مشرق میں پل چرخی کی جیل تک پہنچ گئے۔ اس جنگ میں ملا مشر رحمہ اللہ خود شریک تھے اور اگلی صفوں میں لڑ رہے تھے۔ مگر مجاہدین کی یہ کارروائی اس وقت ادھوری رہ گئی جب قلعہ فتح اللہ کے علاقے میں ان کے عمومی کمانڈر ملا مشر اخوند شہید ہو گئے۔ اور وہ فتح کی منزل تک پہنچتے پہنچتے رہ گئے۔ عینی شاہدین کے مطابق کابل کے جنوب مشرق میں دشمن کی بمباری کے نتیجے میں کچھ مجاہدین تباہ شدہ عمارت کے ملبے میں دب گئے۔ ملا مشر اخوند جو عمومی ذمہ دار تھے اور ان کے دیگر مجاہدین ساتھی ان کو ششوں میں تھے کہ ان عمارتوں میں پھنسے مجاہدین کو نکال لیں اس وقت مسعود کے طیاروں نے ایک بار پھر بمباری کر دی اور راہ حق کا یہ عظیم مجاہد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بقیہ از: مجاہدینِ کرام کے لیے غزوہ حنین سے حاصل شدہ اسباق!

مندرجہ بالا واقعہ میں غور کیجئے کہ جو سب سے زیادہ مخلص تھا اس کے حصے میں سب سے بہترین انعام آیا، یعنی انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی آئی۔ اسی طرح آج ہمیں یہ دیکھ کر پژمردہ نہیں ہونا چاہیے کہ کسی نے مال جمع کر لیا، کوئی ہماری قربانیوں سے جاہ و منزلت کے مرتبے لوٹ رہا ہے یا ہماری حق تلفی ہو رہی ہے۔

جو کچھ بھی ہو جائے، کوئی کتنا ہی مادی فائدہ اٹھالے! کیا یہ کم ہے کہ ان قربانیوں اور شدائد پر صبر کرنے کے عوض اللہ پاک آپ کو "امارتِ اسلامیہ کے قیام" کی سعادت سے نواز رہے ہیں؟ کیا یہ کم خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو دنیا بھر میں "جہاد" جیسی عظیم عبادت زندہ کرنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے؟ کیا یہ کوئی چھوٹی نعمت ہے کے آپ لوگ اپنی جانوں اور اموال کے ساتھ حرمتِ مسلم کی امین "خلافتِ اسلامیہ" کے قیام کی داغ بیل ڈال رہے ہیں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ نعمت کہ دنیا بھر کے مظلوم مجاہد بھائی اور بہنیں آپ کے سایہ عاطفت کو اپنی پناہ گاہ اور آپ ہی کو اپنی عزتوں کا محافظ سمجھتے ہیں؟ کیا یہ کم فضل ہے کہ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر خاک و خون میں غلطاں آزادی اور اسلام کی سربلندی کا ہر متوالا "قائد نا ملا محمد عمر" کا نعرہ جاں فزا لگا رہا ہے؟

لہٰذا آج ہی سے نیت کیجئے کہ ہم پہلے کی طرح للہ فی اللہ اس جہادی امر کو بجالاتے رہیں گے اور انصار کی سنت زندہ و تابندہ رکھیں گے۔ وہ گذشتہ کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری تھے اور آج آپ عاشقانِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والی ہیں۔ لوگ اونٹ بکریاں لے جاتے رہیں آپ کو کوئی پروا نہ ہونا چاہیے! آپ کے حصے میں تو اسلامی نظام کی بہاریں اور آخرت میں پیارے پروردگار کی رضاء ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

لائحہ

اردو ترجمہ: اکرم تاشفین

قارئین کرام آپ جانتے ہیں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے خلاف ہر محاذ پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد دشمن نے مجاہدین کے خلاف میڈیا پر شدید پروپیگنڈے کا آغاز کردیا ہے۔ جھوٹے الزامات اور مبالغہ آرائیوں کے ذریعے لوگوں کو مجاہدین سے بدظن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ان الزامات میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ کہ مجاہدین کی صفوں میں نظم وضبط مفقود ہے۔ یہ گروپوں میں تقسیم ہیں اور ہر گروپ اپنی مرضی سے اپنی صوابدید پر سرگرم عمل ہے۔ مرکز کی جانب سے ان کے لیے کوئی اصول وضع نہیں کیے گئے۔اور یہ کہ ہر شخص کو اختیار ہے جس طرح چاہے طرز عمل اختیار کرے، عوام کے جان ومال سے جو سلوک کرے ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی ۔حالانکہ خارجی دشمن ہو یا اس کے داخلی کٹھ پتلی، عوام کے ساتھ ان کے برے سلوک اور عوام پر ان کے ہاتھوں ڈھائے جانے والے مظالم کی کہانیاں آئے روز عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ کا حصہ بنتی ہیں۔ میڈیا پر حقائق مسخ کرکے پیش کیا جانے والا ان واقعات کا ایک تہائی حصہ بھی دنیا کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

رہی یہ بات کہ مجاہدین کس قدر منظم ہیں اور ان کی صفوں میں نظم وضبط کا کس قدر خیال رکھا جاتا ہے یہ جاننے کے ان اصولوں وضوابط کا مطالعہ ضروری ہے جو امارت اسلامیہ افغانستان کی جانب سے مجاہدین کے لیے طے کیے گئے ہیں۔ "لائحہ" کے نام سے یہ تمام اصول شریعت محمدیہ کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں۔ جو باقاعدہ تحریری شکل میں موجود ہیں۔اس کی پرنٹڈ کاپیاں مجاہدین کو دی جاتی ہیں اور ہر مجاہد کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ اور عوام کی بھلائی اور افغانستان کے بہتر مستقبل کے لیے ان اصولوں پر عمل پیرا ہو۔ یہ قواعد پشتو میں لکھے گئے ہیں، قارئین شریعت کی دلچسپی اور آگاہی کے لیے ادارہ پہلی مرتبہ اس "لائحہ" کا اردو ترجمہ قسط وار شائع کرنے کا شرف حاصل کررہا ہے۔

لائحہ کا اردو متن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

امابعد فقال اللہ تبارک وتعالی ان اللہ یامرکم تودواالامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموابالعدل ان اللہ نعما یعظمکم بہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا{۵۸} یاایھاالذین آمنوا اطیعوااللہ واطیعواالرسول واولی الامرمنکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر ذلک خیرا واحسن تاویلا{۵۹}النساء

اللہ کی راہ میں جہاد وہ عظیم الشان عبادت اور اونچا فریضہ ہے جس کی ادائیگی سے امت مسلمہ کو عزت اور کلمۃ اللہ کو سربلندی نصیب ہوتی ہے۔ جہاد مسلمانوں کی کامیابی اور عظمت کا وہ بنیادی راز ہے جس کی برکت سے امت مسلمہ کی عظمت وسعادت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ جن قوموں نے جہاد کیا وہ آزادی اور خود مختاری سے بہرہ مند ہوئے اور جن کی تلواروں کو نیاموں ہی میں زنگ لگنے لگا انہیں غلامی اور اسارت کی زنجیروں سے کبھی خلاصی نہ ملی۔اب جب مجاہدین اپنے عوام کی آزادی اور امت مسلمہ کی سربلندی کے لیے اپنے مقدس خون کا نذرانہ دے رہے ہیں تو اس بات کی ضرورت ہر وقت کے بہ نسبت زیادہ محسوس کی جارہی ہے کہ ایک واضح جہادی روڈمیپ کی روشنی میں جہادی امور کی نظم وضبط اور ترتیب کے ساتھ مجاہدین کی انتظامی، تربیتی، تعلیمی اور اخلاقی رہنمائی کے لیے ایک لائحہ عمل طے کیا جائے جس کے طے کردہ شرعی اصولوں کی روشنی میں مجاہدین اپنے ہدف اور بھی واضح طور پر متعین کرسکیں، دشمنان اسلام اور ان کے تعاون کرنے والوں کے کوائف حاصل کرسکیں، بہت ایسے شبہات اور پیچیدگیوں کا حل آسانی سے تلاش کرسکیں جہادی تحریک میں جس کا وقتاً فوقتاً سابقہ پڑتا ہے اور الٰہی رہنمائی کے مطابق ایسے لوگوں کو ذمہ داریاں سونپی جائیں جو تقوی شجاعت اور ایسی تدبیر کے مالک ہوں جو اپنی ذمہ داریاں بہتر طریقے سے

ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دشمنوں کے حربے بھی بروقت ناکام بنائیں۔ اللہ تعالی کی توفیق و نصرت سے امارت اسلامیہ کی قیادت نے اس اہم مطالبے کو پورا کرنے کے لیے ملک کے جید اور متبحر علماء، مفتیان کرام، دانشوروں اور صاحب علم حضرات کی مشاورت اور تعاون سے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی روشنی میں 14 حصوں اور 85 مادوں پر مشتمل زیر نظر لائحہ اور اصولنامہ مرتب کیا ہے۔

طبع ثانی میں انہیں مذکورہ بالا حضرات ہی کے مشورے سے ذکر شدہ شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ ضروری باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کچھ مادوں کو تفصیل اور وضاحت دی گئی ہے۔ دوسری مرتبہ چھپنے کے بعد اس لائحے کی رعایت رکھنا اور عمل میں لانا ہر مجاہد کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔

امارت اسلامیہ کے تمام عسکری اور انتظامی ذمہ داران، مجاہدین اس بات کے مکلف ہیں کہ جہادی امور میں اس لائحے کے مقرر کردہ حدود کے پابند رہیں اور انہیں اصولوں کی روشنی میں اپنے روزمرہ کے جہادی امور سنبھالیں۔

والسلام

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۳۱ ھ ق

2010،5،29ء

1389،3،8ھ ش

چند تمہیدی یادداشتیں:

1۔ لائحہ میں جہاں امام یا نائب امام کا ذکر ہو گا اس سے مراد محترم امیر المومنین ملا محمد عمر {مجاہد} حفظہ اللہ اور ان کے نائب ہیں۔

2۔ لائحہ میں جہاں کسی کو تعزیر دینے کا ذکر ہو گا اس میں رقم لینا شامل نہیں۔

3۔ لائحہ کے متن میں جہاں کسی سے ضمانت لینے کا ذکر ہو تو اس سے مراد صرف اور صرف غیر منقولہ املاک یا شخصیات ہیں۔ منقولہ اموال اور املاک یا نقد رقم ضمانت کے طور پر نہیں لی جائے گی۔

4۔ یہ لائحہ دوسری مرتبہ سال ۱۵ جمادی الثانی 1431ھ ق بمطابق 8 جوزا 1389ھ ش اور 29 مئی 2010 عیسوی سے طبع اور قابل عمل ہوا ہے۔ امارت اسلامیہ کے تمام ذمہ داران اور مجاہدین اس لائحے پر عمل کے پابند ہوں گے۔

حصہ اول :

مخالفین کے ہتھیار ڈالنے اور ان کو دعوت دینے کے مسائل :

1۔ ہر مسلمان کو اجازت ہے کہ کابل کی کٹھ پتلی حکومت کے اہلکاروں اور حکام کو دعوت دے تاکہ وہ اس فاسد حکومت کی ملازمت چھوڑ کر اس کا بائیکاٹ کرے۔

2۔ کوئی شخص اپنی ایمانی غیرت یا کسی کی دعوت پر اس فاسد حکومت سے الگ ہو جائے، اگر کوئی عام آدمی ہے تو ضلعی مسئول اسے خط {اجازت نامہ} لکھ کردے گا۔ اور اگر کوئی مشہور شخص ہے یا اس نے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصانات پہنچائے ہیں تو ضلعی مسئول صوبائی امیر کے مشورے سے خط دے گا اور مجاہدین کو یقینی طور پر اس کا علم ہو گا۔ پھر اگر کوئی مجاہد اس شخص کو مار دے یا کوئی نقصان پہنچائے تو ایسا کرنے والے کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں سزا دی جائے گی۔

3۔ جو لوگ ہتھیار ڈالدیں اور تسلیم و تائب ہو جائیں اگر اپنے دور اقتدار میں {جب وہ کافروں کے پاس یا اس کی غلام حکومت میں کام کر رہے تھے} انہوں نے کسی کی جان یا مال کو نقصان پہنچایا ہو تو اب یہ شخص اللہ تعالی کی طرف سے اس بات کا مکلف ہے کہ حقدار کو اس کا حق دے اگر نہیں دے گا تو یہ اس شخص کا اپنا گناہ ہے۔ عدالت یا کوئی اور اس جرم کا تاوان زبردستی اس سے نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے کوئی سزا دے سکتا ہے۔

اگر دور اقتدار میں کسی کا مال لے گیا ہو اور اب بعینہ وہی مال موجود ہو تو مال کے اصلی مالکان اس سے اپنا مال لے سکتے ہیں۔ اور اگر بعینہ وہی مال موجود نہیں تو زبردستی اس سے تاوان نہیں لے سکتے۔ البتہ دور اقتدار میں یا اس سے قبل اگر کسی سے قرض یا لین دین وغیرہ کا دیگر کوئی معاملہ کیا ہو اور اب اس کا کوئی حق اس شخص کے ذمہ باقی ہو تو اس کا مطالبہ اس شخص سے کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر عدالت اس طرح کے ذاتی معاملات میں اسے طلب کرے تو یہ شخص عدالت میں حاضر ہو گا۔ البتہ اگر چوروں کے کسی گروہ یا کسی قوم نے دوسرے قوم، گاؤں، گھر، دوکان، گاڑی یا کسی اور چیز پر حملہ کر کے قتل کا ارتکاب کیا ہو یا مال ضائع کیا ہو تو اس صورت میں پھر قضاء اور دیانتاً ضمان {تاوان} ادا کرنے کے پابند ہو گا۔

جاری ہے۔۔۔۔

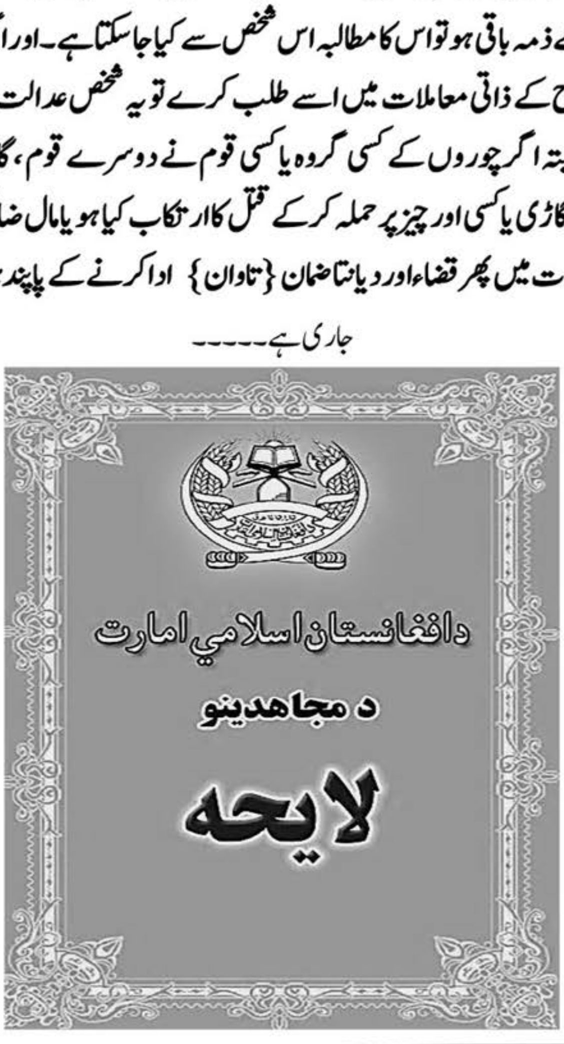

کرزئی کا دورہ قطر......؟

تحریر: شاھد

حامد کرزئی نے قطر کا دورہ کیا۔ انہوں نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اس سوال کا جواب بہت آسان اور واضح ہے، کیونکہ چند دنوں سے میڈیا کے نمائندے کرزئی کے اس ناکام سفر اور خالی ہاتھ لوٹنے پر تبصرے کر رہے ہیں جبکہ کابل کے صدارتی محل کے ترجمان صحافی ایمل فیضی نے بھی بہت کوشش کی کہ وہ لفظوں کو تراش خراش کر اس کو کامیاب دورے کا نام دیں لیکن شمالی اتحاد کے غیر مسلح سالار عبد اللہ خان نے بھی اس سے اتفاق نہیں کیا۔

کرزئی نے قطر کا دورہ کیوں کیا؟ اور اس دورے سے انہیں کیا کیا امیدیں وابستہ تھیں؟ قطر وہ اسلامی ملک ہے جس نے سب سے پہلے امارت اسلامیہ کو اپنے ملک میں سیاسی دفتر کھولنے کی پیشکش کی جس کا افغان مسلمان ملت نے خیر مقدم کیا کیونکہ قطر نے 56 اتحادی ممالک کی یلغار کے بارہ برس کے دوران کابل میں سفارت خانہ قائم نہیں کیا اور اس طریقے سے افغان عوام کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا یقیناً افغان عوام اس کے احسانات کے قرض دار ہیں۔

جنگ میں ناکامی کے بعد افغان مسئلہ کو مذاکرات اور سفارتی کوششوں کے ذریعے حل کرنے کے لئے کسی بیرونی ملک میں طالبان کے سیاسی دفتر کا قیام مناسب سمجھا گیا تاکہ مغربی ممالک عسکری میدان میں ناکامی کے بعد مذاکرات کے ذریعے اپنے عوام کو اطمنان بخش پیغام لے جاسکیں۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دشمن پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے، دنیا کے ساتھ غلط فہمی دور کرنے اور سیاسی قیادت کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لئے طالبان کے سیاسی دفتر کے قیام پر اتفاق کیا گیا تاکہ وہ پیدا شدہ غلط فہمیوں کو بھی دور کریں اور مقدس جہاد کا پیغام اور اہداف بھی بین الاقوامی دنیا تک پہنچائیں اور کابل انتظامیہ کے مظالم سے عوام کو نجات بھی دلا سکیں، طالبان دفتر کے یہ مقاصد تھے، دفتر کے قیام سے دشمن کو منہ توڑ جواب دیا کیونکہ وہ طالبان کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے تھے اور طالبان پر الزامات لگاتے تھے جس کا جواب طالبان نے سیاسی دفتر کے قیام کے ذریعے دیدیا۔

دفتر کو قائم کرنے کے بعد طالبان نے بین الاقوامی دنیا تک اپنا پیغام اور منشور پہنچانے اور دنیا کی سیاسی قیادت کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرنے کی کامیابی حاصل کی، جاپان اور فرانس کی کانفرنسوں میں شرکت کر کے اپنا نقطہ نظر پہنچایا۔ لیکن کابل حکومت کے لئے یہ اقدام ہرگز قابل قبول نہیں تھا کہ امارت اسلامیہ عسکری میدان میں قوت حاصل کرنے کے بعد سیاسی دنیا میں بھی استحکام پیدا کریں، کبھی یہ کہتے رہے کہ دفتر کابل میں ہونا چاہیے، کبھی یہ کہتے رہے کہ دفتر کا قیام طالبان کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے اور کبھی کہتے رہے کہ مغرب مذاکرات ہمارے توسط سے کرے وغیرہ وغیرہ۔

امارت اسلامیہ کا روز اول سے یہ موقف رہا ہے کہ افغان مسئلے کے دو فریق طالبان اور امریکہ ہیں اور ان دونوں کے درمیان مذاکرات کی ضرورت ہے جبکہ کابل حکام کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ وہ تو میزائل پر سوار کر کے امریکہ اور یورپ سے لائے گئے ہیں، ان سے مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں۔ آج طالبان بھرپور سیاسی اور عسکری قوت بن کر ابھرے ہیں اور انشاء اللہ مستقبل میں اہم کامیابیاں سمیٹ لیں گے۔

افغان حکام سمجھ گئے ہیں کہ امریکی انخلاء کے بعد طالبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لئے انہوں نے سرگرمیاں تیز کر دیں، اسی سلسلے میں 30 مارچ کو افغان صدر نے قطر کا دورزہ دورہ کیا اور خالی ہاتھ واپس آیا، امارت اسلامیہ کے نمائندوں سے ملاقات ہوئی اور نہ ہی وہ قطر کے حکام کو طالبان پر دباؤ ڈالنے کی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ وطن واپس پہنچ کر یہ بیان دیا کہ ملا محمد عمر اور طالبان انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب وہ انہیں دہشت گرد کہتا تھا لیکن آج وہ خود انہیں انتخابات میں حصہ لینے کی دعوت دے رہے ہیں نہ دہشت گرد ہیں اور نہ ہی ملک کا دشمن ہیں۔

اس سفر پر میڈیا کے تاثرات یہ تھے کہ "حامد کرزئی قطر کا دورہ دورہ مکمل کر کے وطن پہنچ گئے ہیں، کرزئی نے ایک وفد کے ہمراہ قطر کا دورہ دورہ کیا اور قطر کے حکام سے ملاقات کی اور کل رات واپس وطن پہنچ گئے، اس سفر کا بنیادی ایجنڈا قیام امن کے لئے راہ ہموار کرنا تھا تاکہ قطر حکومت طالبان کو افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لئے آمادہ کرے لیکن صدارتی ترجمان ایمل فیضی نے اس سفر کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قطر میں مسلح طالبان کا کوئی قابل ذکر نمائندہ نہیں تھا جس کے ساتھ وہ مذاکرات کرتے، طالبان نے بھی افغان حکومت کے ساتھ ہر قسم مذاکرات کی تردید کی اور کہا کہ قطر میں طالبان کے دفتر کے قیام کا افغان حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ مذاکرات کے لئے قطر میں دفتر کے قیام کا کرزئی حکومت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور یہ موضوع قطر حکومت اور طالبان کے درمیان ہے۔ دفتر کو قائم کرنے پر بھی افغان حکومت نے ناپسندگی کا اظہار کیا تھا اور قطر میں افغان سفیر خالد احمد زکریا کو بھی کابل طلب کیا۔ افغان حکام سمجھتے ہیں کہ مذاکرات میں قطر اہم کردار ادا کر سکتا ہے، لیکن کرزئی کا دورہ ناکام رہا۔ صدارتی ترجمان ایمل فیضی نے میڈیا کو یہ بیان جاری کیا "قطر دورے کا بنیادی مقصد سفارتی تعلقات کا استحکام اور ملکی سلامتی پر تبادلہ خیال کرنا تھا" حامد کرزئی نے قطر کے امیر حمد بن خلیفہ آل ثانی کی دعوت پر 30 مارچ کو قطر کا دورہ کیا۔ قطر کے حکام نے متعدد بار افغان حکام سے کہا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے اور کابل اور دوحہ کے درمیان تعلقات بڑھانے کے لئے سرکاری دوروں کا اہتمام کیا جائے۔ حامد کرزئی نے امیر قطر کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے یہ دورہ کیا۔ اس دورے کے دو بنیادی مقاصد تھے۔ پہلا مقصد یہ تھا کہ کابل اور دوحہ کے درمیان سیاسی اور سفارتی تعلقات قائم ہوں تاکہ دوطرفہ تعلقات کو فروغ ملنے کے بعد تجارتی اور اقتصادی شعبوں میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا جا سکے۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ مصالحت کے حوالے سے قطر کے موقف اور دوحہ میں طالبان کے دفتر کے قیام پر جو شکوک و شبہات پائے جاتے تھے وہ دور کئے جائیں۔ اس ملاقات میں حامد کرزئی اور قطر کے امیر کے درمیان دوطرفہ تعلقات اور مصالحت پر تبادلہ خیال ہوا۔ ملاقات میں اس ایجنڈے پر بھی بات چیت کی گئی کہ قطر کس طرح طالبان کو افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات پر قائل کر سکتا ہے، قطر کے امیر نے اس حوالے سے یقین دہانی کرائی کہ وہ اس بارے میں بھرپور کردار ادا کرنے کو تیار ہے۔

طالبان قطر میں:

قطر کے حکام نے افغانستان میں سفارت خانہ کھولنے کی یقین دہانی کرائی، مذاکرات میں اس پہلو پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا کہ طالبان کے دفتر کا قیام کسی اور کے مطالبے پر عمل میں لایا گیا جس میں قطر کا کردار میزبان کا ہوگا۔ واضح رہے کہ حامد کرزئی کے دورے کے موقع پر انہوں نے طالبان کے ساتھ ملاقات نہیں کی۔ لیکن حامد کرزئی نے الجزیرہ ٹیلی وژن کو ایک خصوصی انٹرویو میں کہا کہ دوحہ میں طالبان کے دفتر کے قیام سے مصالحت کی کوششوں کو تقویت ملے گی اور طرفین کے درمیان مذاکرات میں اہم کردار ادا کرے گا۔ کرزئی نے مزید کہا کہ نیٹو افواج کی واپسی سے قبل افغانستان میں قیام امن کے لئے طالبان کے ساتھ مفاہمت ہو۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ طالبان کا مکمل خاتمہ ہمارا منصوبہ نہیں تھا بلکہ جس روز مجھے صدر بنایا گیا تو میں نے طالبان کے سربراہ سے عام طالبان تک سب کو معافی کا اعلان کیا بلکہ ہماری کوشش یہ تھی کہ طالبان کو بھی ہمارے معاشرے کا جز بنائیں۔ کرزئی نے کہا کہ انہوں نے قطر کے امیر احمد بن خلیفہ الثانی سے ملاقات میں افغانستان میں قیام امن کے لئے کردار ادا کرنے پر بات چیت کی۔ اس سے قبل حامد کرزئی قطر میں طالبان کے دفتر کے قیام کا شدید مخالف تھا۔ طالبان نے کہا ہے کہ وہ کرزئی حکومت کے ساتھ مذاکرات نہیں کریں گے البتہ امریکہ کے ساتھ افغانستان کے پرامن مستقبل کے بارے میں مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔

قارئین کرام، اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کرزئی کا دورہ قطر کامیاب رہا یا ناکام، ان کے دورے کے جو مقاصد تھے ان کے حصول میں وہ کامیاب رہے یا ناکام؟ یہ فیصلہ قارئین خود کریں۔ کرزئی تو اپنی حکومت کی اصلاح نہیں کر سکتے وہ طالبان کے ساتھ کیا مذاکرات کریں گے، انہیں ہمیشہ حکومت مخالف رہنما تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، ان کا دورہ قطر ناکام رہا اور کمیونسٹ رہنماؤں نے بھی ان پر خوب تنقید کی، جن کو وہ دہشت گرد سمجھتے تھے آج وہ منت سماجت کر کے انہیں مذاکرات کی میز پر لانے کے لئے جرگے بھیج رہے ہیں لیکن ایں خیال است و محال است و جنون۔

محمد فرہاد جانباز

خستہ حال فوج

بلاشبہ امریکی فوج کئی سالوں سے موقع بہ موقع اور مقام، یکے بعد دیگرے بہت سے ملکوں کے ساتھ جنگ آزمائی میں مصروف ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی سپاہیانہ صلاحیتوں میں دوچند اضافہ دیکھنے کو ملا ہے۔ نت نئے مہلک ہتھیاروں نے اس کا رعب قائم کرنے اور دبدبہ پھیلانے میں بھی بہت کردار ادا کیا ہے۔ اسی طرح دوسرے ممالک کے ساتھ جنگی مشقوں نے بھی ایک دوسرے کے ''حربی گر'' سیکھنے میں مدد دے کر اس کی پوزیشن کو مستحکم کیا ہے۔ علاوہ ازیں عالمی منظر نامے پر ایک چوہدرانہ اور تھانے دارانہ حیثیت نے بھی امریکی فوج کو نفسیاتی برتری اور عالم کفر کی ہمنوائی نے حوصلہ افزائی فراہم کرکے اسے دنیا کی بمرون افواج کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی صدور نے اپنے مخالف پر فوج کشی کو مذاکرات پر ترجیح دی ہے۔ وہ بلا کسی جھجک اور عار کے اپنے ''دشمن'' پر چڑھ دوڑتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ میدان جنگ میں اکثر اسے منہ کی کھانا پڑی ہے۔ اسے اُلٹے پاؤں وہاں سے نکلنے میں ہی عافیت دکھائی دی ہے۔ البتہ یہ ہے کہ وہ اپنی عیارانہ فطرت کے باعث سازشوں کے ایسے جال پھیلا جاتا ہے، جن سے شکار کا نکلنا، ''مقصد حیات'' بن کر رہ جاتا ہے۔ افغانستان میں بھی فوجی یلغار کرنے میں اکثری طور پر یہی عنصر کار فرما رہا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی پر بلا تحقیق '' اسلامی امارت افغانستان'' پر الزام دھر دیا تھا۔ دنیا کو اپنا ہمنوا بنانے کے لیے طالبان حکومت پر دہشت گردی کا لیبل لگا یا تھا۔ اسامہ کا تو محض ایک بہانہ تھا، جو امریکن تھنک ٹینکس کی رپورٹ کے مطابق ایک منصوبے ہر عمل کا جواز بن گیا تھا۔ اصل مقصد نیو ورلڈ آرڈر کا قیام تھا۔ کفریہ جمہوری مملکتوں کے ساتھ مضبوط اتحاد کے ساتھ کمزور اور مسلم جمہوری وغیر ممالک کے خلاف ایک نئی سرد و گرم جنگ یعنی ''کروسیڈ وار'' بپا کر کے اپنی اجارہ داری قائم کرنا تھی۔ کیوں کہ امریکہ کی ''دجالی یک چشم'' بہت ہی باریک بینی، بلکہ ''خوردبین'' کے ذریعے دیکھ رہی تھی کہ مشرق کی ایک لٹی پٹی زمین سے جہانِ نو پیدا ہو رہا ہے۔ گمان سے برتر ہوائے تند و تیز کے باوجود ایک ایسا مردِ درویش اپنا چراغ جلائے جا رہا ہے، جسے حق نے اندازِ خسروانہ عطا کر رکھے ہیں۔ اس اسلامی نظام کے چراغ کی روشنی ہر کسی کے دلِ مضطر کو لبھا رہی تھی۔ ایک صاف ستھرا نظام معیشت تھا۔ ایک صاف شفاف نظام حکومت تھا۔

ایک سستا ترین اور صاف تر نظام انصاف تھا۔ دوسروں کے ساتھ تجارتی معاہدے منافقانہ ابہام کے دبیز پردوں میں لپٹے ہوئے نہیں تھے۔ دوسروں کے بارے میں طے کی گئی خارجہ پالیسیاں بقائے اپنی جانب کھینچنے لگی تھی۔ انہیں اس نظام کے اپنے ہاں نفاذ کے خیالات اور سوچ و افکار نے آلیا تھا۔ لیکن دوسری طرف یہی چیز امریکہ کو ڈس رہی تھی۔ طالبان کی مقبولیت، ایک زہریلے ناگ کی طرح ڈنک پہ ڈنک لگاتی محسوس ہو رہی تھی اور امریکہ یہی تو نہیں چاہتا تھا۔ چناں چہ اس نے روس کی کہانی بھلا دی۔ ویت نام کا قصہ یاد نہ رکھا۔ برطانیہ کا حشرِ بداماں بھی طاقِ نسیان کی زینت بنا ڈالا اور نیٹو کو لے کر افغانستان دوڑا چلا آیا۔

امریکہ کا مقصد نیو ورلڈ آرڈر ہی نہیں تھا۔ وسطی ایشیائی ممالک کی معدنیات سے لبریز زمین بھی اسے لالچ دلا رہی تھی۔ تیل، گیس، ماربل سمیت سونا، چاندی قیمتی ذخائر سے اس کے منہ کی رال ٹپکنا شروع ہو گئی تھی۔ لالچی، ضدی، ہٹ دھرم اور ہڑہرام کا انجام بد، ایک عبرت انگیز مقام ہے جس سے بہت کم سبق لیا جاتا ہے۔ جب کہ امریکہ کا شمار اس فہرست میں ہے جس کے نامزدگان سبق لیتے ہی نہیں، ہیں۔ ظاہر ہے، اس امریکہ کا انجام تو بھگتنا ہی پڑتا ہے۔ امریکہ کی اس نازک صورتِ حال پر افسوس اور اظہار تأسف تو کیا جانا چاہیے، کہ اگر وہ یوں نہ کرتا، تو یقیناً اچھی حالت میں ہوتا، لیکن حسرت کرنے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ عبرت حاصل کرنے والوں کو خوش خبری ملے کہ ان کے لیے تاریخ کے صفحات میں نئے ''باب العبر'' کا اضافہ ہونے جا رہا ہے۔

بات سے بات نکلتی ہے اسی لیے ہم بھی موضوع سے ہٹنے لگے ہیں۔ آیئے چلتے ہیں، امریکی فوجیوں کے قصے کی طرف! افغانستان کی جنگ اخراجات کی وجہ سے امریکہ کو بہت بھاری پڑ رہی ہے۔ جب کہ امریکی فوجیوں کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ طالبان کی تباہ کن دہشت کے سائے ان پر رہتے ہیں۔ طالبان نے ان کی ایسی درگت بنائی ہے، انہیں خلاصی اور جان کی امان فقط موت ہی میں نظر آتی ہے ورنہ اور کوئی صورت ایسی نہیں دِکھتی، جس کی بنیاد پر اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے۔ اس کا حل انہوں نے یہ سوچا ہے کہ افغان سے جنگ میں جب ہمارا مقصد مرنا ہی ٹھہرا، تو کیوں نہ طالبان کے ''دستِ قہر'' سے بھیانک موت سے دوچار ہونے کے بجائے، خود اپنے ہی ''دستِ شفقت'' موت کو گلے لگا دیا جائے، خود

کشی جیسا مجرب، اکسیر اور نسخہ غم کشا سے بہتر، ان حالات میں اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ گویا ان کا معاملہ مسلمانوں کے برعکس یہ ہوا ان کی ایک خودکشی، ہزار غموں سے نجات دیتی ہے۔

امریکی فوجی دستے کے ایک کمانڈر کی مایوسی کی حد ملاحظہ کریں وہ کہتا ہے کہ "طالبان کے ہاتھوں مرنا ہی ہے، تو کیوں نہ خود ہی اپنے کو مار لیں"۔ لہٰذا بعد میں اس نے خودکشی کرلی۔

امریکہ میں جن فوجیوں کو افغانستان جانے کا کہا جاتا ہے تو بعض ڈر کے مارے پاگل ہونے کو ترجیح دیتے ہیں اور پاگل پنی کی دوائیاں کھا کر خود کو امریکی فوج کے لیے ناکارہ بنالیتے ہیں۔ بعض خود کو زخمی کرلیتے ہیں۔ یا جسم کے غیر نازک حصے پر گولی مار کر افغانستان نہ آنے کا جواز پیدا کرلیتے ہیں۔ بعض کو دلیری کی حد پار کرتے ہوئے کسی بھی آسان طریقے سے خود کو موت کی وادی میں ڈال لیتے ہیں جب کہ بعض منچلوں کو افغانستان کی بھٹی میں جلنے کے بجائے آسان صورت یہ نظر آتی ہے کہ وہ کوئی قانونی خلاف ورزی کر کے جیل کی کال کوٹھری میں جانا پسند کرتے ہیں۔ کیوں کہ طالبان کا سامنا کرنے کے بجائے جیلر کا سامنا کرنا کہیں آسان ہے۔ اس طرح کے دسیوں طریقے ایسے ہیں، جو افغانستان آنے میں رکاوٹ کا فائدہ دیتے ہیں۔ امریکی نوجوانوں کی یہ آنکھ مچولی حکومت کے ساتھ دلچسپ انداز میں جاری ہے۔ یوں آخر کار 45 فیصد نوجوان افغانستان پہنچائے جاسکتے ہیں۔

ایک ٹی وی رپورٹ کے مطابق افغانستان تعینات امریکن میرینز میں خودکشی کا جہاں خطرناک حد تک سرایت کر چکا ہے۔ رپورٹ کہتی ہے کہ پچھلے چھ سالوں میں 55 فیصد خودکشی کا اضافہ ہوا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ پینٹاگون نے اس خطرناک صورت حال کو کنٹرول کرنے کے لیے جیسے ہی اقدامات کیے، اُدھر خودکشی میں بھی بے حد اضافہ دیکھنے کو آرہا ہے۔ دوسری طرف اس سے بھی بڑھ کر رنگین معاملہ یہ ہوا ہے کہ جن نوجوانوں کو امریکی فوجی بنا کر افغانستان کے محاذ پر لایا جاتا ہے، وہ ابھی راستے میں ہی ہوتے ہیں کہ خبر آتی ہے کہ فلاں فوجی کی گرل فرینڈ، یا بیوی یا منگیتر وغیرہ نے "اپنے پیارے" کی واپسی سے مایوس اور ملاقات سے ناامید ہو کر خودکشی کرلی ہے۔ امریکہ میں فوجیوں میں یہ رجحان بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ ان کی نجی مجلسوں میں اس بات زور دیا جاتا ہے کہ طالبان کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مرجانے سے بہتر یہ ہے کہ یہیں خودکشی کرلی جائے، تاکہ ورثاء کو کم از کم لاش تو مل جائے گی۔

ایک اور رپورٹ کہتی ہے کہ امریکی فوجیوں میں میدانِ جنگ میں بہادری سے لڑتے ہوئے جان دینے کے بجائے خودکشی کے ذریعے اپنے خاتمے کا رجحان تشویش ناک حد تک بڑھتا جارہا ہے۔ جب کہ فوجی زندگی کا مقصد خودکشی کا رد کرنا ہوتا ہے۔ خودکشی سے بچاؤ مہم کی امریکی فاؤنڈیشن کے مطابق 2012ء میں 183 امریکی فوجیوں نے خودکشی کی۔ 2001ء کے دوران ایک لاکھ حاضر سروس فوجیوں میں سے 9 نے خودکشی کی۔ یہ تناسب 2011ء میں بڑھ کر ایک لاکھ پر 23 ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ عراق اور افغانستان کی جنگوں میں فوجیوں پر اعصابی تناؤ بتائی جاتی ہے۔

اس سے بھی دلچسپ کیفیت تو وہ ہے جو امریکن ماؤں نے اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ روا رکھی ہوئی ہے:

KEEP خاموش ہو جاؤ، روؤمت، ورنہ طالبان آئیں گے اور تمہیں ماریں گے !!!

* * *

بقیہ از: جنگی جرائم

کہ اتحادی اور افغان فوجیوں نے مشترکہ آپریشن میں طالبان کے ٹھکانوں پر بمباری اور زمینی کارروائی کی کا آغاز کیا جو طالبان کی شدید مزاحمت کا سامنا ہوا۔ اس میں جانبین کو جانی اور مالی نقصان پہنچا جس کے بعد قابض افواج نے مقامی آبادی پر شدید بمباری کی جس کے نتیجے میں متعدد گھروں کو نقصان پہنچا اور ان میں متعدد افراد شہید ہوئے۔ بمباری کے بعد وہ آبادی داخل میں ہوگئے اور تلاشی کے دوران کئی افراد کو اپنے گرفتار کرلیا اور اپنے ساتھ لے گئے، اس کے بعد کھیتوں میں متعدد افراد کی لاشیں ملیں جن پر تشدد کیا گیا تھا ان کی آنکھیں، ناک اور کان کاٹ دیئے گئے تھے اور کئی افراد تاحال لاپتہ ہیں، انہوں نے پہلے دعوی کیا سینکڑوں طالبان کو قتل کردیا، پھر لوگر کے گورنر نے پانچ شہریوں کی ہلاکت کی تصدیق کی لیکن دو دن بعد صوبائی شوریٰ کے سربراہ نے اعتراف کیا کہ اس واقعے میں بیس سے زائد افراد شہید ہوئے۔

29 مارچ کو قابض افواج نے صوبہ بدخشان کے ضلع وردوج کے یخشیرہ علاقے میں ایک بستی پر بمباری کی جس میں سات افراد شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔

30 مارچ کو میڈیا نے خبر شائع کی کہ گورنر کے ترجمان سباون نے کہا ہے کہ اتحادی افواج نے صوبہ غزنی کے داسپندہ کے علاقے میں ملکی افراد کی گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو افراد شہید اور سات زخمی ہوئے۔ غزنی کے ایک ڈاکٹر احمد ولی نے کہا کہ قابض افواج کی بمباری میں چند دنوں میں 25 افراد زخمی ہوئے ہیں۔

30 مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے بریم گاوں میں غیر ملکیوں نے چھاپے کے دوران دو افراد کو گرفتار کرلیا۔

31 مارچ کو دشمن فوجیوں نے صوبہ لوگر کے شولک علاقے میں چھاپہ مار کر چار افراد کو گرفتار کرلیا۔

اقتباسات: [بی بی سی اور آزادی ریڈیو=افغان اسلامک نیوز ایجنسی=پیژواک، روھی، لروبر، نن ٹکی اسیا اور بینوا ویب سائٹس]

والی بال کا کھیل اور خواتین کے حقوق

خبیر احمد

چند روز قبل امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے افغانستان کا دورہ کیا اس دوران انہوں نے امریکی سفارت خانہ کابل میں عورتوں کے حقوق کے دفاع کے لئے افغان خواتین کے ساتھ والی بال کا کھیل کھیلا گیا۔ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو یہ شور مچایا کہ وہ افغان عورتوں کو ان کے حقوق فراہم کریں گے، انہیں روزگار دیں گے، امن قائم کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک دہائی سے زیادہ عرصہ گزرنے کے دوران وہ عورتوں پر بے تحاشا مظالم ڈھانے کے علاوہ اور کچھ نہ کرسکا۔ خود سوزی کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو افغان تاریخ میں کبھی ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا ہے، امریکی یلغار کے دوران دس ہزار افغان خواتین نے خود سوزی کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح ان پر جنسی تشدد کے واقعات کی فہرست تو بہت طویل ہے اور وہ بھی فوجی وردی میں ملبوس اہلکاروں کی جانب سے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں پر جنسی تشدد کا کوئی واقعہ افغان تاریخ میں رونما نہیں ہوا ہے لیکن امریکی جمہوریت کی چھتری کے سایے میں ایسے واقعات بھی رونما ہوئے۔ جبکہ غربت کے باعث بچوں کو بیچنے کا واقعہ تو افغان عوام کے لئے حیران کن بات ہے لیکن امریکی استعمار کے نظام کے تسلط کے بعد صرف شمالی اور جنوبی زون میں اس طرح کے چار ہزار دلخراش واقعات پیش ہوئے۔ امریکی یلغار کے دوران کوئی ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ جس میں امریکی درندوں اور افغان وحشی اہلکاروں نے نہتے شہریوں پر چھاپہ نہ مارا گیا ہو پھر چھاپہ کے دوران خواتین پر تشدد تو معمول بن گیا ہے، رات کی تاریکی میں امریکی درندوں کی وحشیانہ بمباری اور تشدد کے دوران عورتوں کی حالت کیا ہوگی خوف وہراس کے اس ماحول میں ان کی چیخ وپکار کے دلسوز واقعات کون برداشت کرسکتے ہیں یہ امریکی جمہوریت کا تحفہ ہے، افغان مجاہدین کی جدجہد کے نتیجے میں جب امریکی اور اس کے اتحادی راہ فرار اختیار کر رہے ہیں انہوں نے قومی ملیشیا کے نام سے جرائم پیشہ عناصر کی تشکیل کا منصوبہ شروع کردیا تاکہ وہ لوٹ مار اور خواتین کی عصمت دری کا باقی ماندہ کسر بھی پورا کرلیں۔

عورتوں کے نمائشی حقوق:

امریکیوں نے این جی اوز میں تیس سال سے کم عمر والی خوب رو لڑکیوں کو بھرتی کرکے عورتوں کے حقوق کا نعرہ لگایا جو درحقیقت جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ مصدقہ رپورٹوں کے مطابق باگرام بیس میں 5 سو افغان لڑکیاں کام کر رہی ہیں جن کا کام صرف امریکی فوجیوں کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔ دوسری جانب پارلیمنٹ اور دوسرے اداروں میں ڈالر کے بل بوتے پر افغان عورتوں کے حقوق کے لئے چیخنے والی نمائشی خواتین بھی سرگرم ہیں تاکہ وہ افغان عورتوں کو یہ باور دیدیں کہ کابل حکومت میں ان کے لئے مکمل آزادی ہے اور وہ بغیر کسی رکاوٹ کے کام کرسکتی ہیں۔ حکومت اور این جی اوز میں کام کرنے والی خواتین امریکی سفیر کے سامنے والی بال کا کھیل کرسکتی ہیں اور عورتوں کے حقوق کے لئے چیخ رہی ہیں لیکن دور دراز علاقوں امریکی درندوں کے مظالم کا نشانہ بننے والی خواتین کی عصمت دری، ان کے قتل عام، ان پر تشدد، ان کی قید وصعوبتیں اور ان کے زیورات لوٹنے پر کیوں خاموش ہیں؟ چند روز قبل صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے سجاوند علاقے میں امریکی درندوں اور افغان اہلکاروں نے نہتے شہریوں پر فائرنگ کردی جن میں دس خواتین اور بچے بھی شامل تھے، کس نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی؟ بلکہ امریکی ذرائع ابلاغ نے یہ لکھا کہ اس حملے میں سب دہشت گرد مارے گئے۔

جان کیری کیا سمجھتے ہیں کہ کیا چند افغان نما فحش عورتوں کے فٹ بال کھیل سے امریکی وحشی فوجیوں کے خلاف افغانوں کو خاموش کرسکتے ہیں اور کیا وہ ان پر ڈھائے گئے مظالم بھول سکتے ہیں؟ امریکی وزیر خارجہ یلغار کے گزشتہ بارہ سال کے دوران ایک ترقیاتی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھنے یا کسی پروجیکٹ کا افتتاح کرنے کی مثال پیش کریں اور افغان خواتین کی فلاح وبہبود اور غربت کے خاتمے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟ جان کیری عراق پر امریکی یلغار کے دوران خواتین پر مظالم کا کیا جواب دیں گے؟ اس سروے کا کیا جواب دے سکتا ہے جو انسانی حقوق کی تنظیم "ریلیف انٹرنشل" نے گزشتہ سال یہ رپورٹ شائع کی کہ عراق پر امریکی حملے کے دوران 59 فیصد خواتین بیوہ ہوئیں۔ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکی فوجیوں نے ہزاروں عراقی خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا اور 2003 سے تاحال ڈیڑھ لاکھ عراقی لڑکیوں کو جنسی خواہشات کی تکمیل کے لئے مغرب ممالک کو اسمگلنگ کرچکے ہیں۔ جان کیری پہلے ابوغریب جیل میں ہزاروں خواتین پر تشدد کا جواب دیں پھر خواتین کے حقوق کی بات کریں۔ افغانستان اور عراق کے علاوہ جس ملک میں بھی امریکی فوجیوں نے مداخلت کی ہے وہاں وہ ان جرائم کے مرتکب ہوچکے ہیں۔

عراق کے ایک کالم نگار "ہیفاء زنگنہ" نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ امریکہ نے جس ملک میں فوجی اڈے قائم کئے ہیں وہاں انہوں نے ظلم، قتل وغارت گری، منشیات کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے کچھ نہیں کیا ہے۔ روزنامہ گارڈن نے حال ہی میں امریکی سینیٹر "لینزی گراہام" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہرسال عراق میں 200 بچے اسمگلنگ کرکے 286 سے 5720 ڈالر تک فروخت کئے جاتے ہیں۔

خواتین اور بچوں پر مظالم کی چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کیں ورنہ امریکی فوجیوں کے مظالم کی فہرست تو اتنی طویل ہے کہ ان پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی ان مظالم پر خاموشی اختیار کی ہے اور ہر سال بچوں اور خواتین کے عالمی دن مناتے ہیں۔

اور اب تو جان کیری نے واضح کردیا کہ افغان خواتین کے تمام مسائل حل ہوگئے صرف والی بال کھیل کا مسئلہ درپیش تھا جو جان کیری نے حل کردیا۔ لیکن بااحساس افغان سمجھتے ہیں کہ والی بال کا یہ کھیل افغان خواتین کی عزت پر ایک اور حملہ اور گستاخی ہے جو درحقیقت افغانوں کے زخموں پر نمک پاشی ہے مترادف ہے۔

◆◆◆

انسانی سانحات کی روک تھام کے لیے مخلصانہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

ملا عبدالحی مطمئن

{ ملا عبدالحی مطمئن صاحب امارت اسلامیہ کی صف اول کے رہنماوں میں سے ہیں۔ سابقہ دور حکومت میں امارت اسلامیہ کے ترجمان بھی رہے ہیں۔ زیر نظر تحریر افغانستان میں اقوام متحدہ اور دیگر عالمی اداروں کے کردار اور افغانستان میں آئندہ قیام امن کے لیے پیش رفت کے حوالے سے انکے گرانقدر خیالات پر مشتمل ہے۔ ادارہ قارئین شریعت کی دلچسپی کے لیے ان کی تحریر کا اردو ترجمہ کرکے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ادارہ }

ملک میں جاری انسانی جانی المناک واقعات کے سلسلے کو ایک دینی اور قومی سانحہ کی نظر سے دیکھا جانا چاہیے۔ ہر افغان مسلمان جانتا ہے کہ ہر طرح کے سیاسی اور جانبدارانہ تعلقات سے قطع نظر جو بھی افغان مرتا ہے چاہے وہ مسلح ہو یا غیر مسلح بلاشبہ اس کا نقصان ملک کے بہتر مستقبل کو ہوگا۔ اس سے خانہ جنگی کی آگ بھڑکے گی، قبائلی رقابتوں کو مہمیز ملے گی اور غیروں کو ہماری سرزمین پر قبضہ برقرار رکھنے کی مزید فرصت ہاتھ آئے گی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مزاحم قوت اس عظیم نقصان کے حق میں نہ ہوگی۔ ہر افغان مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ ان واقعات میں ملوث کسی بھی فریق کو اعداد وشمار اور گرافس کے ذریعے دباو میں لانے کی بجائے اسے ایک انسانی المیہ کے طور پر دیکھے۔ بلاشبہ اس جنگ میں ملکی نقصانات کے متعلق ذمہ داری سے کوئی بھی فریق مبرا نہیں ہے۔ مگر سب سے پہلے ان اداروں کو اپنا دعوی شفاف، خود مختار اور پر خلوص ثابت کرنے کی ضرورت ہے جو عالمی سطح پر انسانی المیوں اور سانحات کی روک تھام کے دعویدار ہیں۔ جن کی رپورٹوں، اعداد وشمار اور اعلامیوں کی حیثیت اب یک طرفہ پروپیگنڈے سے زیادہ کچھ نہیں رہی۔ انہیں کسی کی سیاسی اور عسکری مفادات سے بالاتر ہوکر اپنے حدود میں بشری امور کے میکانزم کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ادارے عالمی جارحیت پسند جنگی بلاک کی زنجیر اپنے گلے سے اتار پھینکنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں تو ہم پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ مزاحم قوت کی جانب سے بھی بے دریغ تعاون کی گارنٹی دیں گے۔

میرے خیال میں مقابل قوت جنگ میں جتنی بہادری، اخلاص اور فداکاری رکھتی ہے اتنے ہی انسانی تحفظ، خصوصا عوام کے نقصانات کی روک تھام اور کنٹرول کے حوالے سے نڈر اور مخلص ہے۔ میں مزاحم قوت میں یہ دونوں استعداد اور صلاحیتیں دیکھ سکتا ہوں یا بقول دیگر ان دونوں سلسلوں کے لوگ اس تحریک میں موجود ہیں جن کا ایک دوسرے سے مضبوط تعلق بھی ہے کیوں کہ یہ دونوں ایک مضبوط اور حاکم قیادت کی ماتحتی میں ہیں۔ میں یہاں یہ یاددہانی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تحریر کا مقصد کسی خاص دھڑے یا کسی موقف کا دفاع کرنا نہیں اور نہ ہی عوامی جانی نقصانات کے اعداد وشمار کا ذکر اس تحریر میں کہ کس نے کتنے مارے ہیں اور کس نے کتنے؟

جس طرف سے بھی بیگناہ افغان عوام کا قتل ہوتا ہے افغان ہونے کی حیثیت سے اس درد کا احساس ہونا چاہیے کیوں یہ میری مٹی اور میرے عوام کا غم ہے۔ یہ میرا اپنا غم ہے جو مجھے درپیش ہے چاہے دوسروں کے ہاتھوں ہو یا اپنوں کے ہاتھوں۔ اس المیے کی روک تھام کے لیے اسلامی اور افغانی ذمہ داری کا احساس کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ان کرداروں اور سلسلوں پر تنقید اور ان کی نشاندہی ہماری ذمہ داری ہے جنہوں نے اپنے دعووں سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ وہ واقعات جنہیں دلوں نے تسلیم کیا اور جو دماغوں پر چھاگئے ان سے کبھی چشم پوشی نہیں بھرتی جاسکتی۔ افغانستان میں اقوام متحدہ کے تحت کئی سیاسی اور انسانی حقوق کے اداروں کا مبہم اور مشکوک کردار اور ادھورے تیکنیکی منصوبے اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

بدقسمتی سے امریکا کی قیادت میں جنگی بلاک کے افغانستان آنے کے ساتھ اقوام متحدہ کے تحت قائم بہت سے ادارے فوجی زیادتیاں کرنے والوں کا ساتھ دیتے رہے ہے۔ اگرچہ یہ ادارے امریکا اور ناٹو کے وجود سے قبل بھی افغانستان میں موجود تھے مگر اب یہ ادارے ان زیادتی کرنے والے اداروں کے ساتھ ہفت پہلو شراکت داری اور پارٹنرشپ کی پوزیشن میں نظر آتے ہیں۔ ایک طرف افغانستان کی جنگ کو قانونی جواز کی سند اسی تنظیم نے بخشی دوسری طرف تنظیم سے متعلق انسانی حقوق اور دیگر اداروں کے اکثر کارکن یا مرکزی رہنما انہیں ممالک کے شہری ہیں جو ان زیادتیوں میں شریک ہیں۔ ان اداروں کے مرکزی دفاتر بھی انہیں ممالک میں ہیں۔ اس کے علاوہ اس تنظیم پر جارحیت پسند ممالک کے انٹیلی جنس اداروں کی مسلسل نگرانی اور سیاسی حکومتوں کی مداخلت بھی کوئی خفیہ راز نہیں۔

ان واقعات کو دیکھتے ہوئے افغانستان میں ان اداروں کے کردار پر اعتماد کرنا آسان نہیں۔اس لیے بہت سے مبصرین کا کہنا ہے کہ یوناما کے انسانی امور کے متعلق رپورٹ کو مکمل طور پر غیر جانبدار یا یک طرفہ جانبداری سے پاک قرار دینا انتہائی مشکل ہے۔اس لیے ممکن ہے یہاں فوجی وسیاسی حمایت کی بنیاد پر یوناما کی انسانی امور کے متعلق رپورٹ کو مخالفین کے خلاف دورمار میزائل کے طور پر استعمال کیا جارہا ہو۔جس کا مقصد صرف مقابل جانب کو نقصان پہنچانا ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اقوام متحدہ میں دنیا کے ہر انسان کی آواز سنی جاتی مگر بدقسمتی سے ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ ادارہ عالمی جنگی بلاک کے پنجوں میں کھیل رہا ہے اور دنیا کے بہت سے کمزور ممالک خاص طور پر اسلامی دنیا کو اس میں کسی قسم کا کردار نہیں دیا جاتا۔

گذشتہ سال اس تنظیم کے صدور کے اجلاس میں ایک افریقی صدر نے کہا کہ افریقا دنیا کا ایک چوتھائی حصہ ہے مگر اس عالمی تنظیم میں اب تک اسے کوئی حیثیت نہیں دی گئی۔ہم جب افغانستان میں اقوام متحدہ کے سیاسی دفتر یوناما کے سالانہ رپورٹس کا میکانیکی اور حقوقی حیثیت سے تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو کئی سوالات سامنے آتے ہیں؟

ـــــ یوناما انسانی حقوق کا شعبہ عام لوگوں کے جانی نقصانات کے متعلق اپنی سالانہ یا ششماہی رپورٹ اس نیم سرکاری کمیشن کی مدد سے ترتیب دیتا ہے جس کے ارکان موجودہ حکومت اور جارحیت پسند ممالک کی مرضی اور ان کی تائید سے منتخب کیے جاتے ہیں اور اسے افغانستان کے انسانی حقوق کے آزاد کمیشن کا نام دیا جاتا ہے۔

ـــــ رپورٹ کا اکثر حصہ واضح طور پر حکومتی پالیسیوں ، معلومات اور ناٹو ، ایساف اور امریکی حکام کے اخبارات ، اعلامیوں اور دعووں پر اعتماد کرتا ہے۔ رپورٹ کے اشتمالات میں یہ عنصر دور سے واضح دکھائی دیتا ہے۔

ـــــ رپورٹ میں مزاحمت کاروں کے متعلق ہلکی زبان اور بے تکے القابات ایک غیر جانبدار انسانی پروسیجر کی بجائے ایک پروپیگنڈہ کیمپین نظر آتا ہے۔

یہ سب مجرم اب سب سے بلند عہدوں پر براجمان ہیں۔امریکی غلامی نے ان کے سارے گناہ دھوڈالے۔انسانی حقوق کے ان اداروں نے ان جرائم پیشہ عناصر کی روک تھام کے لیے کیا کردار ادا کیا۔12ہزار ہتھیار ڈالنے والے جنگی قیدی جو مہینوں تک زندہ رہے انسانی حقوق کے تمام اداروں کو ان کے بارے میں علم تھا۔پھر امریکا کے پالتو گیلم جم ملیشیا کے سربراہ "دوستم" کی جانب سے ان کا قتل عام کیا گیا۔انسانی حقوق کے ان اداروں نے کون سا ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔یہی جرائم پیشہ عناصر اب بھی مسلسل جرائم کا ارتکاب کررہے ہیں لیکن یہ سب کچھ نیٹو کی چھتری تلے خفیہ رکھا جارہا ہے۔ مستقبل میں پھر وحشیانہ جرائم کے لیے ان مجرموں نے اپنے ملیشیا کے اہلکاروں کو پوری طرح مسلح کردیا ہے

ـــــ سرکاری مسلح ملیشیا کو کچھ ایسی استثنائینات دی گئی ہیں ان رپورٹوں میں جو مزاحمت کاروں کو حاصل نہیں۔مثال کے طور پر سرکاری فوج یا ملیشیا اگر بالفعل کسی جنگ میں شریک نہ ہو ان کی موت عوامی نقصانات میں شمار کی جاتی ہے مگر مزاحمت کاروں کو یہ استثناء حاصل نہیں۔

ـــــ رپورٹ میں غیر ملکیوں کی تعریف یہ بتائی گئی ہے کہ وہ فوجی امور سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ مگر حکومت اور خارجی فوجیوں کے خفیہ کارکن اور جاسوس جو اس جنگ میں پوری طرح تعاون کرتے ہیں اور حملے کے لیے مزاحمت کاروں کے ٹھکانے بتاتے ہیں انہیں بھی ملکی عوام میں شمار کیا گیا ہے۔

ـــــ مزاحمت کاروں سے منسوب عوام کے نقصانات پورے یقین اور قطعیت سے بتائے جاتے ہیں چاہے مزاحمت کاروں نے انہیں تسلیم کیا ہو یا نہیں ۔ مگر حکومتی اور جارحیت پسند فوجیوں کی جانب سے عوام کے نقصانات کے متعلق واضح ابہامات اور شکوک موجود ہیں جن کا اعتراف خود انہوں نے جگہ جگہ اپنی رپورٹس میں کیا ہے۔مثال کے طور پر یوناما شعبہ انسانی حقوق اور افغان کمیشن 2010 کی رپورٹ جو 2011 میں شائع ہوئی میں ایسے اعترافات موجود ہیں جس کے کچھ پیراگراف نمونے کے طور پر پیش کئے جارہے ہیں۔

پہلا پیراگراف :

رپورٹ صفحہ 37، عنوان "عام لوگوں کے نقصانات کی تفتیش اور احتساب"

106۔ایساف

" افغانستان انسانی حقوق کمیشن اور یوناما شعبہ انسانی حقوق نے عام لوگوں کے نقصانات کے 172 واقعات کی رپورٹ دی ہے جن میں رات کے وقت شب خون ، فضائی حملے اور فوج کا استعمال سب شامل ہیں جنہیں حکومتی اہلکاروں نے استعمال کیا ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اس بیان کے بارے میں معلومات حاصل کرنا، اسی طرح کسی کی جانب سے ابتدائی تحقیقات کی تکمیل سمیت دیگر تحقیقات ہوئی ہیں یا نہیں ان معلومات کے لیے ہونے والی زیادہ تر کوششیں

کامیاب نہ ہوسکیں۔ایک اور پیراگراف کے ایک حصے میں کہا گیا ہے "وزارت دفاع اب تک اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا کہ افغانستان انسانی حقوق کمیشن اور یوناما کے انسانی حقوق کے شعبے کو ان عوامی نقصانات کے صحیح اعداد و شمار فراہم کریں جو افغان سیکیورٹی اہلکاروں کے آپریشن میں سامنے آئے ہیں۔ {رپورٹ صفحہ 38}

اسی رپورٹ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر عدالتی سزا کے متعلق بھی کوئی واضح معلومات موجود نہیں۔رپورٹ کے صفحہ 38 کے ایک پیراگراف میں کہا گیا ہے "ایسے اہلکاروں کے بارے میں جو عام لوگوں کے قتل اور تشدد کے واقعات میں ملوث یا ذمہ دار قرار دیے گئے ہیں ایساف عدالتی سزا کے بارے میں منظم معلومات فراہم نہیں کررہا۔"

رپورٹ کے اسی صفحے میں ایک اور پیراگراف میں یوں لکھا گیا ہے "افغان سیکیورٹی اہلکار اور عالمی افواج نے کئی مقامات پر مشترکہ تحقیقات کا آغاز کردیا ہے ۔ان تحقیقات کا اکثر حصہ غیر واضح اور مبہم ہے۔پھر کون لوگ تحقیقات کررہے ہیں؟ان کی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں کیا ہیں؟ان کے عہدے اور اختیارات کہاں تک ہیں؟تحقیقات کا عرصہ اور مقررہ مدت کتنی ہے؟یہ سارے سوالات تاحال ابہام کا شکار ہیں۔

رپورٹ کے صفحہ 39 پر ایک پیراگراف میں یوں لکھا ہے:

"حامد کرزئی نے کئی مواقع پر کمیشن بنا کر انہیں ذمہ داری سونپی ہے تاکہ کمیشن کے نتائج ایساف کو فراہم کیے جائیں۔متاثرہ خاندانوں میں کئی خاندانوں کو تاوان بھی ادا کیا گیا ہے مگر موجودہ معلومات کی بنیاد پر کمیشن کے فراہم کردہ معلومات اور نتائج کی روشنی میں کوئی اہلکار بھی عدالتی کارروائی یا سزا کا نشانہ نہیں بنا۔"

اس رپورٹ میں شواہد کے طور پر اس سے متعلق اور کئی پیراگراف ہیں جن کا مکمل احاطہ زیر نظر تحریر میں ممکن نہیں۔یہ ابہامات، شکوک اور ادھورے معاملات کے باعث اور بھی ان اداروں سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔اور کوئی بھی شخص ان اداروں کے سامنے خود کو جواب دہ نہیں سمجھے گا۔دشمن تو ویسے دشمن ہیں دوست بھی یہی سمجھتے ہیں کہ یہاں کسی کو مجرم قرار دینے کا معیار وہ نہیں جو بظاہر دکھایا جاتا ہے بلکہ اگر کوئی عالمی جارحیت پسند جنگی بلاک اور طاقتور قوتوں کا منظور نظر ہے تو یہ ادارے اسے کبھی بھی مجرم قرار نہیں دے پائیں گے ۔اور اگر کوئی ان کی راہ میں رکاوٹ بن جائے تو وہ تو ویسے بھی مجرم ہے۔بدقسمتی سے گذشتہ دو عشرے اس روش کی زندہ مثال ہیں۔وہ تمام انسانیت دشمن جرائم پیشہ عناصر جن کے شر سے عوام طالب کے پاس پناہ لے کر گئے تھے اور جن کے جرائم نے طالب کو جنم دیا وہ جب عالمی جنگی بلاک کے نوکر بنے تو ان کے لیے سب کچھ معاف ہوگیا۔اور اب وہ عوام دشمن عناصر اختیارات کے سب سے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔انسانی تاریخ کے وہ عبرتناک جرائم ۔۔۔۔۔رقص مردہ کے جنایت کار، زندہ انسانوں کے سروں میں کیلیں ٹھوکنے والے اور دوشیزاؤں کے پستان کاٹنے والے۔۔۔۔مگر یہ سب مجرم اب سب سے بلند عہدوں پر براجمان ہیں۔امریکی غلامی نے ان کے سارے گناہ دھو ڈالے۔انسانی حقوق کے ان اداروں نے ان جرائم پیشہ عناصر کی روک تھام کے لیے کیا کردار ادا کیا۔12 ہزار ہتھیار ڈالنے والے جنگی قیدی جو مہینوں تک زندہ رہے انسانی حقوق کے تمام اداروں کو ان کے بارے میں علم تھا۔پھر امریکا کے پالتو گیلم جم ملیشیا کے سربراہ "دوستم" کی جانب سے ان کا قتل عام کیا گیا۔انسانی حقوق کے ان اداروں نے کون سا ذمہ دارانہ کردار ادا کیا۔یہی جرائم پیشہ عناصر اب بھی مسلسل جرائم کا ارتکاب کررہے ہیں لیکن یہ سب کچھ نیٹو کی چھتری تلے خفیہ رکھا جارہا ہے۔ مستقبل میں پھر وحشیانہ جرائم کے لیے ان مجرموں نے اپنے ملیشیا کے اہلکاروں کو پوری طرح مسلح کردیا ہے۔

یہ وہ واقعات جن کے متعلق حالات کا ذرا سا بھی مشاہدہ کرنے والا شخص آنکھیں بند نہیں رکھ سکتا۔اس لیے ان واقعات سے اغماض برتنا ناممکن ہے۔اگر یہ ادارے واقعتا انسانی المیوں کی روک تھام میں کردار ادا کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اعتماد کی ٹوٹی ہوئی عمارت پھر سے کھڑی کرنے کے لیے اپنے طے شدہ پروگراموں، روڈ میپس، تشکیلات اور علاقائی پالیسیوں پر پھر سے نظر ثانی کرنی ہوگی۔بلاتفریق انصاف اور مقتدر قوتوں کے دباؤ سے جان چھڑانا ہوگا۔اس صورت میں مجھے یقین ہے کہ انتہائی کم وقت میں انسانی المیوں اور سانحات کی روک تھام میں تعاون اور اتفاق بڑھے گا۔ایک بار پھر پوری وضاحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ان اداروں پر تنقید یا ان کی مخالفت محض ایک پروپیگنڈہ نہیں بلکہ ان اداروں کے بہت سے کارکن بھی یہی خیالات رکھتے ہیں۔اب اگر ہمہ پہلو میکانزم تشکیل کے لیے سرگرم ہوجائیں تو بھی لامحالہ ہمیں ان ناخوشگواریوں کا سامنا ہوگا۔اس لیے اس حوالے سے پہلی رکاوٹیں جنہیں دور کرنے کی ضرورت ہے یہی ہیں جن کی میں نے نشاندہی کی ہے۔

ترکی سے معافی مانگنا۔۔۔

اسرائیل کا غرور زمین بوس

حسن مومند

فلسطین کی غصب شدہ سرزمین پر بننے والا اسرائیل انگریزوں کی آشیر باد سے وجود میں آیا جسے امریکہ کی بھرپور حمایت حاصل ہے،اس لئے یہ ملک وجود اور بقاکے لحاظ سے مقروض ہے،لیکن اس کا غرور اتنا زیادہ ہے کہ کسی کی پرواکئے بغیر بڑی دلیری سے انسانیت سوز جرائم کا مرتکب ہو رہا ہے۔امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے تعاون سے ایٹم بم بنایا،مزائل سسٹم اور مضبوط ہوائی قوت بڑھادی، ان وسائل کے بل بوتے پر 1969 میں عرب سرزمین پر قبضہ کیا،جدید اسلحہ کے زور پر 1981 میں عراق اور 2007 میں شام کے ایٹمی پروگرام پر حملہ کرکے ناکارہ بنایا،اگر امریکہ اور دوسرے ممالک جدید اسلحہ اور عسکری وسائل نہ دیتے تو زمینی جنگ میں وہ بری طرح شکست سے دوچار ہوتا جس طرح حزب اللہ اور حماس نے ہر بار شکست دی،امریکی عسکری وسائل سے مغرور اسرائیل اپنے مظالم کا ملبہ مظلوموں پر گراتا ہے،"فریڈم فلوٹیلا" پر حملہ اس کی زندہ مثال ہے۔

2010 میں اسرائیل نے غزہ محاصرہ کیا غزے کی آبادی خوراک اور دوا کی شدید قلت دوچار تھی،ایک اسلامی ملک بھی غزے کے نہتے شہریوں کی امداد کے لئے آگے نہیں بڑھا اور نہ ہی اسرائیل کی وحشیت کے خلاف آواز اٹھائی یہ ترک ہی تھا جس نے غزہ میں محصور مسلمان بھائیوں کی بھرپور امداد کے لئے اقدامات اٹھانے کے عزم کا اظہار کیا،استنبول سے سمندری جہازوں پر مشتمل امدادی قافلہ غزہ کے لئے روانہ کیا لیکن راستے میں اسرائیل کے کمانڈوز نے قافلے پر شدید حملہ کیا جس میں 9 ترکی افراد شہید اور 56 زخمی ہوئے،ترک حکومت نے واقعے کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور اسرائیل سے کہا کہ وہ اپنی غلطی تسلیم کرے،شہداء کے ورثاء کو معاوضہ دے اور غزہ کا محاصرہ ختم کرے۔اسرائیل کے وزیر اعظم نتن یاہو نے ترکی کے مطالبات مسترد کرتے ہوئے واقعے کے ذمہ دار امدادی قافلے میں موجود اہلکاروں کو ٹھہرایا۔جب اسرائیل نے ترکی کے مطالبات مسترد کئے تو ترکیہ نے اسرائیل سے اپنا سفیر طلب کیا اور ترکی میں اسرائیل کے سفیر کو ملک چھوڑنے کے لئے ایک ہفتے کی مہلت دی اور دوسری جانب اقوام متحدہ سے بھی رجوع کیا اور عالمی عدالت انصاف جانے کا بھی اعلان کیا۔ترکی کے مطالبے پر اقوام متحدہ نے تحقیقات کے لئے کمیٹی تشکیل دی لیکن کمیٹی نے اسرائیل کے حق میں فیصلہ دیکر ترکی کو واقعے کا ذمہ دار قرار دیا۔ترک وزیر اعظم نے اقوام متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کے جانبدارانہ فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے اسرائیل کے ساتھ تمام معاہدوں کو ختم کرنے کا اعلان کیا اور نیٹو کے ساتھ اسرائیل کے فوجی مشقوں کے خلاف ویٹو کا حق استعمال کرنے کی دھمکی دی جو نیٹو تاریخ میں پہلی مرتبہ فوجی مشقوں میں شامل کسی ملک کے خلاف ویٹو کا حق استعمال ہوا۔

اس کے بعد طیب اردگان نے فلسطین کا دورہ کیا اور حماس کی قیادت کے ساتھ ملاقات میں مذید امداد دینے کا وعدہ کیا جس پر امریکہ اور اسرائیل نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ترکی پر دباو بڑھانے کے لئے اسرائیل نے قبرص کے ساتھ سمندری علاقوں سے تیل نکالنے کا معاہدہ کیا لیکن ترکی نے فوری طور پر اسرائیل کو آگاہ کیا کہ اگر انہوں نے سمندر سے تیل نکالنے کی کوشش کی تو اس کی روک تھام کے لئے اپنے سمندری فوجیوں کو الرٹ کریں گے۔اسرائیل جو ہمیشہ امریکی آشیر باد سے غنڈہ گردی کا کردار ادا کر رہا ہے سے زیادہ امریکہ نے ترکی کے اس اقدام پر غصے کا اظہار کیا لیکن ترکی کے خلاف اس لئے کچھ نہیں کر سکا کہ ترکی نیٹو کا رکن ہے،اگرچہ عراق اور افغان جنگوں میں امریکہ کے اتحادیوں میں ترکی کے فوجی دستے بھی شامل ہیں۔

کمال اتاترک نے اسرائیل کو تسلیم کیا اور اس کے ساتھ سفارتی اور تجارتی

تعلقات قائم کرنے کے علاوہ فوجی تعاون کا معاہدہ بھی کیا لیکن جب عبداللہ گل اور طیب اردگان کی پارٹی برسراقتدار آئی توانہوں نے اسلامی دنیاکے ساتھ تعلقات استوار کرکے اپنے عوام کو خلافت عثمانیہ کادور یاددلانے کی کوشش کی۔جب ترکی فلسطین کے مسئلے پر سنجیدہ ہواتووقتاًفوقتاً ترکی اوراسرائیل کے درمیان الفاظ کی جنگ بھی ہوتی رہی لیکن اس وقت دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں کشیدگی نے شدت اختیارکی جب اسرائیل نے ترکی کے امدادی قافلے پر حملہ کیاتودونوں ملکوں کے درمیان بہت دوریاں پیداہوئیں۔اس کے بعداسرائیل نے دونوں ملکوں کے درمیان دوبارہ تعلقات استوار کرنے کے لئے مذاکرات کی پیشکش کی لیکن ترکی نے اپنے تین مطالبات کی منظوری تک ہرقسم مذاکارت کرنے سے انکارکیا۔امریکہ نے بھی دونوں ملکوں کے درمیان دوبارہ تعلقات قائم کرنے کے لئے بہت کوشش کی لیکن ترکی نے دوٹوک جواب دیااوراپنے مطالبات پرڈٹے رہے بعدازاں امریکہ نے ۶ ملامداخلت کی اوریکم مارچ کوامریکہ کے وزیرخارجہ جان کیری نے ترکی کادورہ کیااورترک حکام سے ملاقات کی لیکن وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہے۔امریکہ واپسی پرجان کیری نے امریکی صدرپرواضح کیاکہ ترکی کے تین مطالبات تسلیم کرنے تک وہ مذاکرات کے لئے ہرگزتیارنہیں ،پھراس پرمشورہ کیاگیاکہ اسرائیل کومطالبات تسلیم کرنے چاہیں اسی مقصدکے لئے امریکی صدراوبامانے 22مارچ کواسرائیل کادورہ کیا،اوباماکے سفرکی اطلاع ترکی کودی گئی،اوباماکی روانگی سے قبل جان کیری نے چھ مرتبہ ترکی وزیرخارجہ سے ٹلیہ فونک رابطہ کیا۔اوبامانے اسرائیل کے دورے کے پہلے روزاسرائیل کے وزیراعظم سے ملاقات کی اوراس پرواضح کیاکہ دوبارہ تعلقات قائم کرنے کے لئے اسرائیل کے پاس یہ آخری موقع ہے،اگراسرائیل نے اس حوالے سے اقدامات نہیں اٹھائے توخطے میں وہ تنہائی کاشکارہوجائے گا،دودن بعد مذاکرات کامیاب ہوئے اوراسرائیل کے وزیراعظم نے تینوں شرائط ماننے پرآمادگی ظاہرکی،اسی دوران اوبامانے طیب اردگان سے ٹلیہ فون پررابطہ قائم کیااورصورتحال سےآگاہ کیااورپھران کے ساتھ اسرائیل کے وزیراعظم نتن یاہوکی بات کرائی انہوں نے فون پرطیب ارگان سے کہاکہ "میں فلوٹیلاواقعے میں 9افرادکے قتل اور56افرادزخمی ہونے پرافسوس کااظہارکرتاہوں،اسرائیل کی جانب سے حملے میں کئی غلطیاں ہوئیں،میں اس پرترکی کے عوام سے معافی چاہتاہوں،مارے جانے والے افرادکے وارثین کومعاوضہ دیدونگااورغزے کے عوام کے لئے امدادی ٹیموں کوجانے کی اجازت دی جائیگی،فلسطین کی سرزمین پرناجائزطریقے سے بننے والے ملک اسرائیل کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایساہواکہ انہوں نے کسی اسلامی ملک کے سربراہ یاعوام سے معافی مانگی۔طیب اردگان نے معافی منظورکرتے ہوئے اس پرواضح کیاکہ وہ خوداس کی نگرانی کریں گے اوراپریل میں غزہ اوراردن کے سمندری ساحل کادورہ کریں گے۔

ترکی سےاسرائیل کی معافی مانگنے پرعرب دنیاخصوصاًفلسطین میں خوشی کی لہردوڑگئی،عربی میڈیانے اس اقدام کوطیب ارگان کی بڑی کامیابی قراردی اورواضح الفاظ میں لکھاکہ وہ کام جوتمام عرب دنیانہیں کرسکتے تھے وہ طیب اردگان نے خوداکیلاکردیا،اسرائیل کاغرورخاک میں ملادیااورفلسطینوں کے دل جیت لئے۔

ترکی اوراسرائیل کے درمیان تعلقات قائم کرنے میں امریکہ نے کیوں دلچسپی لی؟اسرائیل خطے میں تنہائی کاشکارہورہاہے،ترکی اورمصرنے اسرائیل کوتسلیم کیاتھااس کے ساتھ اچھے تعلقات تھے لیکن اب ان کے تعلقات میں دراڑیں پڑگئیں،شام میں بشرالاسدکی حکومت کاتختہ الٹنے کی صورت میں اخوان المسلمین اورالقائدہ سے تعلق رکھنے والے مجاہدین برسراقتدارآسکتے ہیں اس لئے امریکہ ان کاراستہ روکنے کی کوششوں میں مصروف ہے،اس ہدف کے حصول کے لئے امریکہ سعودی عرب،لبنان،قطراورمصرسے بھی مددلیناچاہتاہے تاہم شام کے ہمسایہ ممالک ترکی اوراسرائیل کااس میں اہم کردارہوگا،اس لئے ترکی اوراسرائیل کے تعلقات قائم کرنے میں امریکہ نے دلچسپی لی تاکہ وہ اپناہدف حاصل کرسکے۔میں سمجھتاہوں کہ طیب اردگان بااعتماداورمنجھے ہوئے سیاستدان ہیں وہ کبھی بھی مجاہدین اورمسلمانوں کے خلاف امریکہ کاآلہ کارنہیں بنیں گے بلکہ جس طرح اپنے ملک میں فوج کے اختیارات میں کمی کرکے اہم تبدیلی لائی اسی طرح وہ شام میں امریکہ،برطانیہ اورفرانس کی مداخلت اوروہاں کٹھ پتلی حکومت کے قیام کے خلاف بھی کرداراداکریں گےتاکہ مسلمانوں کی امیدیں بھی پوری ہواورترکی سمیت ہمسایہ ممالک بھی محفوظ رہے۔

★★★

بگرام!

جہاں ساڑھے چار ہزار انسانیت سسک رہی ہے۔

حبیب مجاہد

بگرام کے قضیے کی جب بات کی جاتی ہے تو مقصد ان ساڑھے چار ہزار افغانوں کے مستقبل کے متعلق سوال ہوتا ہے جو کئی سالوں سے کابل کے شمال میں 60 کلومیٹر کے فاصلے پر صوبہ پروان سے مربوط بگرام کے علاقے میں جیل میں قید ہیں۔ مگر ان قیدیوں کو گرفتار کرنے والی قوتیں بجائے اس کے کہ بے گناہ انسانیت کی حیات اور ان کے حقوق کی فکر کریں، ان کے مستقبل پر اپنی سیاست اور پروپیگنڈے کی عمارتیں اونچی کر رہے ہیں۔ پوری بے ترسی سے انہیں اپنے پروپیگنڈے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ کافی عرصے سے عالمی ذرائع ابلاغ میں بگرام جیل اور وہاں بند قیدیوں کے متعلق خبریں گرم ہیں۔ امریکا اور کرزئی انتظامیہ مسلسل باہم چپقلش میں ہیں کہ جیل کے اختیارات کس کے پاس ہونے چاہییں۔ طویل مصنوعی ناراضگیوں کے بعد امریکا اس بات پر مجبور ہوا ہے کہ کرزئی کا یہ مطالبہ تسلیم کیا جائے اور کچھ قیدی ان کے حوالے کر دیے جائیں۔ اس سارے کھیل کا مقصد صرف یہ ہے کہ امریکا اپنے حلقہ بگوش غلام حامد کرزئی کو افغان عوام اور دنیا والوں کے سامنے ایک خود مختار صدر کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ از کم امریکا سے لڑ سکتا ہے اور اپنا مطالبہ تسلیم کروا سکتا ہے۔ دراصل امریکا فرار ہوتے ہوتے چاہتا ہے اس طرح کے چند مصنوعی ڈرامے رچا کر یہ ثابت کرے کہ انتقال اقتدار کا سلسلہ جاری ہے اور کرزئی انتظامیہ میں اتنی صلاحیت ہے کہ بگرام جیسے مشہور جیل کا اختیار حاصل کرے۔ مگر آقا اور غلام کے اس منافقانہ کھیل میں جو لوگ پامال ہو رہے ہیں وہ ساڑھے چار ہزار بے گناہ افغان ہیں جو کئی سالوں سے بگرام جیل میں پڑے ہوئے ہیں۔ بگرام جیل جس میں پہلے مین فلور اور کسپین کے نام سے صرف دو بلاک تھے جس میں 600 قیدی رکھنے کی گنجائش تھی۔ حال میں اس میں حد سے زیادہ توسیع کی گئی ہے۔ امریکیوں نے حالیہ دنوں میں اس جیل میں 9 نئے بلاک تعمیر کیے اور موصول ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق ساڑھے چار ہزار تک قیدیوں کی تعداد پہنچ گئی ہے۔ بگرام جیل کے حوالے سے عالمی اداروں کے ساتھ کرزئی انتظامیہ بھی یہ بات تسلیم کرتی ہے کہ اکثر قیدی بے گناہ عوام ہیں۔ جنہیں امریکی فوجیوں نے جہادی علاقوں سے اپنا انتقام لینے اور مظالم ڈھانے کے لیے لایا ہے۔ ان میں 12 سالہ کم عمر بچے اور 80 سالہ بزرگ بھی شامل ہیں۔ بہت مرتبہ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ امریکیوں نے غلط رپورٹ کی بنیاد پر چھاپہ مارا اور گھر کے سارے مردوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اس لیے بگرام میں بہت سے ایسے قیدی بھی ہیں جن کے گھر سرپرستوں سے محروم ہیں۔

بگرام جیل اس حوالے سے منفرد جیل ہے جہاں قیدیوں کو مقدمہ لڑنے، وکیل کرنے، اپنوں سے بالمشافہ ملاقات اور اپنے مستقبل کے متعلق کسی سے معلومات حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ قیدیوں کا کہنا ہے بگرام جیل گوانتاناموبے جیل سے بھی زیادہ سخت ہے کیوں کہ وہاں نمائش کی حد تک ہی سی ہے کم از کم عدالتی چارہ جوئی کا موقع تو دیا جاتا ہے۔ بگرام جیل میں عدالتی کارروائی اور مستقبل کے تعین کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا۔ چند ماہ قبل کابل میں قائم انسانی حقوق کی نگرانی کرنے والی ایک تنظیم نے اس جیل کے قیدیوں سے ملاقات اور گفتگو کی۔ 2700 قیدیوں کا مطالبہ صرف یہ تھا کہ جلد از جلد انہیں عدالت میں پیش کیا جائے، تاکہ ان کے مستقبل کا تعین ہو سکا۔ اکثر قیدیوں نے تنظیم سے کہا کہ انہیں اب تک معلوم ہو سکا کہ انہیں کیوں گرفتار کیا گیا تھا ان کا جرم کیا ہے۔ افغانستان صوبہ قندہار کا ایک معمر چرواہا .... جس نے 6 سال بگرام جیل میں گزارے ہیں .... بھی انہیں لوگوں میں سے ہے جسے معلوم نہیں کہ امریکیوں نے اسے کیوں گرفتار کیا ہے۔ موصوف کہتے ہیں میں قندہار کے میدانی علاقے میں اپنا ریوڑ چرا رہا تھا، مجھے سخت پیاس لگی عین اسی وقت امریکیوں کی کانوائے کا گذر اس دشت نما علاقے پر ہوا۔ مجھے سخت پیاس لگی تھی میں پانی کی تلاش میں ان کے پاس گیا، انہوں نے پکڑا، آنکھوں پر پٹی باندھی اور لاکر بگرام جیل میں ڈال دیا۔ بگرام میں بار بار مجھ سے تفتیش کی گئی۔ میں نے اپنی

زندگی کے بارے ہر بار یہی کہا کہ میں ایک چرواہا ہوں اور ساری زندگی ریوڑ چراتا رہا ہوں۔ انہوں نے بھی یہی باتیں لکھیں، سوالات بھی سارے چرواہے پن اور بھیڑ بکریوں کے متعلق تھے۔ میرے پاس انہیں باتوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اور نہ انہوں نے کوئی اور سوال مجھ سے کیا۔ اس کے باوجود 6 سال بگرام جیل میں گذار چکا ہوں۔

ایسے ہزاروں افغان باشندے ہیں جنہیں امریکیوں نے نامعلوم وجوہات کی بنیاد پر گرفتار کر رکھا ہے اور سالہا سال سے انہیں جیلوں میں رکھا ہوا ہے۔ بگرام جیل کے قیدیوں کا ایک بڑا مسئلہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات ہے۔ بگرام جیل میں قیدیوں کو اپنے رشتہ داروں سے ملنے نہیں دیا جاتا۔ صرف انٹرنیٹ پر مختصر ویڈیو ملاقات کا موقع دیا جاتا ہے۔ بگرام جیل میں ملاقاتیوں کی جس طرح سخت تلاشی ہوتی ہے اور جس بدتمیزی کا سلوک کیا جاتا ہے اس سے اکثر رشتہ دار خصوصاً خواتین اس پر راضی نہیں ہوتے کہ وہ اپنے پیاروں سے ملاقات کریں۔ بہت مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ ملاقات کے لیے جانے والے ملاقاتیوں کو بھی گرفتار کر کے نامعلوم وجوہات کی بناء پر جیل میں ڈال دیا گیا۔ اسی خوف سے قیدیوں کے گھر والے اپنوں سے ملاقات کے لیے نہیں آتے۔ بگرام جیل میں امریکیوں کے مظالم، سزاؤں اور وحشت ناکیوں کے متعلق تفصیلات لکھنے کا یہاں موقع نہیں۔ اس جیل میں تاریک جیل کے نام سے ایک کال کوٹھڑی ہے جس کے متعلق بہت سے راز تاحال پردہ اخفاء میں ہیں۔ کہا جاتا ہے اس کال کوٹھڑی میں قیدیوں کو وحشت ناک سزائیں دی جاتی ہیں اور انہیں طرح طرح کے مظالم کا شکار بنایا جاتا ہے۔ چند دن قبل عالمی ذرائع ابلاغ اور امریکی حکام اور کرزئی نے بڑی سطح پر یہ خبر نشر کی کہ اس جیل کے اختیارات کرزئی انتظامیہ کے حوالے کیے گئے ہیں۔ بگرام جیل سے رہا ہونے والے ایک قیدی مولوی حضرت یوسف کہتے ہیں یہ بات بڑی حد تک محض پروپیگنڈا ہے۔ یہ محض نمائشی اور مصنوعی منتقلی ہے۔ کیوں کہ ہم نے نیشنل آرمی اور خارجی فوجیوں کے درمیان قریب سے جو معاملہ اور منتقلی کا منظر دیکھا اس سے قطعی طور پر یہ نہیں لگتا کہ یہ منتقلی حقیقی ہے۔ مولوی حضرت یوسف کہتے ہیں امریکی فوج کرزئی انتظامیہ کے اہلکاروں سے انتہائی حقارت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی ذمہ یا اختیارات منتقل کرتے ہیں تو بھی اس طرح سے کہ جب چاہیں واپس لے لیں۔ مولوی حضرت یوسف نے اپنی بات کے ثبوت کے طور پر اشرف غنی احمد زئی کا واقعہ بھی سنایا جو امریکا کی جانب سے کرزئی انتظامیہ کو اختیارات کی منتقلی کے سلسلے میں پہلے عہدیدار متعین ہوئے ہیں۔ کس طرح ایک عام امریکی فوجی کے مقابلے میں وہ بے بس نظر آئے۔

ان کا کہنا تھا کہ اشرف غنی احمد زئی حامد کرزئی حکومت کے نمائندہ بن کر بگرام جیل آیا۔ ہمیں کہا آپ لوگوں کی شکایتیں کیا ہیں۔ مجھے لکھ کر دے دو تاکہ میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں۔ ہم نے کہا آپ کو اتنے اختیارات حاصل ہیں؟ اشرف غنی نے انتہائی غرور سے کہا: میں امریکیوں سے اختیارات کی منتقلی کے اس سلسلے کا سربراہ ہوں۔ اب ہم خود مختار ہیں۔ مجھے آپ کے پاس حامد کرزئی نے بھیجا ہے۔ آپ لوگ اپنی شکایتیں لکھ کر مجھے دے دیں۔ مولوی حضرت یوسف کہتے ہیں ہم نے اپنی شکایات کو تحریر کیا۔ جب ہم وہ کاغذ کا پرزہ اشرف غنی کو دے رہے تھے اس وقت ایک امریکی فوجی پہرے دار کا وہاں سے گذر ہوا اس نے انتہائی بدتمیزی سے وہ کاغذ اشرف غنی کے ہاتھ سے چھین کر پھاڑ ڈالا۔ امریکی فوجی نے اشرف غنی سے کہا تمہیں کس نے حق دیا ہے یہاں سے کاغذ باہر لے جانے کا۔ یہاں ہمارے اختیارات چلتے ہیں۔ ہمارے سامنے اشرف غنی کی بہت تذلیل ہوئی تھی، اس نے امریکی فوجی سے کہا یہ میرا ملک ہے مجھے حق ہے یہاں جو کچھ بھی کروں۔ امریکی فوجی نے کہا ملک تمہارا ہے مگر اب یہاں ہم رہتے ہیں۔ مولوی حضرت یوسف کہتے ہیں اختیارات کی منتقلی کے سلسلے کے سربراہ اشرف غنی کی بے بسی پر قیدی ہنس پڑے۔ مگر ان کا کہنا تھا میرا حافظہ بہت قوی ہے۔ تمہارے شکایات سب مجھے یاد ہیں میں پہنچادوں گا۔ اس واقعے کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ بگرام جیل پر کرزئی اور امریکہ کی کشمکش اور اس کے اختیارات اور ذمہ داریوں کی منتقلی محض ایک نمائش اور پروپیگنڈا ہے۔ یہاں کے قیدیوں کا ایک بجا اور مسلم انسانی مطالبہ یہ ہے کرزئی انتظامیہ اور امریکا قیدیوں کے مستقبل سے کھیلنے کی بجائے انہیں بنیادی انسانی حقوق فراہم کرے۔ افغان عوام کے ان ساڑھے چار ہزار بوڑھوں اور بچوں کو رہا کیا جائے تاکہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ آزادانہ زندگی بسر کر سکیں۔

بدخشان جہادی امور کے معاون مولانا عبدالغنی فائق سے گفتگو

انٹرویو: ابو عابد

صوبہ بدخشان افغانستان کے شمال مشرقی جانب میں واقع ہے۔ جس کے مغرب میں تخار اور پنج شیر کے صوبے، جنوب میں نورستان اور پڑوسی ملک پاکستان کا ایک حصہ واقع ہے۔ مشرق میں چین کا کچھ حصہ اور شمال میں تاجکستان۔ بدخشان افغانستان کے بڑے صوبوں میں سے ہے۔ جس کا رقبہ 44059 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی آبادی حالیہ گنتی کے مطابق 8 لاکھ 23 ہزار ہے۔ بدخشان کے مرکز فیض آباد کے علاوہ اس صوبے میں 28 اضلاع اور انتظامی اکائیاں ہیں۔ بدخشان چاندی، فیروزی، زمرد اور لاجورد کے معدنی کانوں کے باعث افغانستان اور پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس صوبے میں پانی کے بڑے بڑے چشمے بھی موجود ہیں۔ نوشاخ نامی پہاڑی چوٹی افغانستان کی سب سے اونچی چوٹی ہے۔ بدخشان ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ ہندوکش کا پہاڑی سلسلہ اس صوبے کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اس کے اکثر علاقے پہاڑی ہیں۔ اسی طرح بہت سے بڑے اور چھوٹے دریا بھی ہیں جس نے اس علاقے کو خاص قدرتی حسن عطا کیا ہے۔ بدخشان کے اکثر لوگ مویشی اور زمینداری پر گزر اوقات کرتے ہیں۔ اسلامی اقدار اور دینی علوم سے محبت میں اس علاقے کو خاص شہرت حاصل ہے۔ اس لیے اس زمین نے تاریخی حوالے سے اچھے اچھے علماء، مشائخ، عارفان حق، مجاہدین اور مبارزین اس امت کو دیے ہیں۔ حالیہ کچھ عرصے سے صوبہ بدخشان میں جہادی کارروائیاں اندازوں اور قیاسات سے زیادہ وسیع ہوئیں اور بڑھ رہی ہیں جس کے بارے میں عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ پر تبصرے بھی ہوتے ہیں۔ بدخشان کے ضلع وردوج میں اس سال مجاہدین کے حملوں میں دشمن کو انتہائی زیادہ نقصانات پہنچے ہیں۔ جس سے دشمن کو سخت گبھراہٹ کا سامنا ہے۔ بدخشان میں تازہ جہادی حالات کیسے ہیں اور مجاہدین کو نئی کونسی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ میڈیا ونگ کے نمائندے نے اس صوبے میں مجاہدین کے نائب مسئول مولانا عبدالغنی فائق سے گفتگو کی۔ جو نذر قارئین ہے۔

سوال: محترم فائق صاحب ہم چاہتے ہیں سب سے پہلے ہمارے قارئین سے اپنا تعارف کرائیں۔

جواب: نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

میرا نام عبدالغنی فائق ہے۔ بدخشان کے ضلع درایم سے تعلق ہے۔ ابھی صوبہ بدخشان کے جہادی امور کے معاون کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں۔

سوال: بدخشان کے تازہ جہادی حالات کیا ہیں اس حوالے کچھ معلومات افزاء گفتگو فرمائیں؟

جواب: ذرائع ابلاغ کے حوالے سے آپ کو معلوم ہوتا ہوگا کہ بدخشان صوبے میں جہادی کارروائیاں انتہائی جدید انداز میں جاری ہیں۔ نئے ولولے اور جذبے سے کام آگے بڑھ رہا ہے۔ مجاہدین بدخشان کے وردوج، راغ، بارک، کشم، جرم، یمگان، یفتل بالا، شہداء اور ارگو کے اضلاع میں پوری طرح فعال اور اعلانیہ قوت رکھتے ہیں۔ مذکورہ اضلاع کے اکثر علاقے مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ ضلع وردوج جو بہت وسیع علاقے پر مشتمل ہے اور اس کی اسٹریٹجک اہمیت بھی بہت زیادہ ہے اس کے مرکز کے علاوہ تمام علاقے مجاہدین کے قبضے میں ہیں۔ بدخشان کے دیگر اضلاع میں تشکان، درایم، یفتل سفلی اور شہر بزرگ وہ علاقے ہیں جہاں مجاہدین درمیانی سطح کی فعالیت رکھتے ہیں یعنی نیم علانیہ شکل میں فعال ہیں۔ مجاہدین کے مقابلے میں خارجی اور داخلی دشمنوں نے اب جو کارروائیاں کی ہیں یا جو سازشیں کی ہیں سب ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ بدخشان میں الحمدللہ مجاہدین کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگئی ہے عوامی حمایت کی سطح پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

سوال: آپ نے بدخشان میں تازہ جہادی سلسلے کے متعلق بتایا۔ واقعتاً حالیہ کچھ ہفتوں میں بدخشان میں مجاہدین کی واضح کامیابیوں کے باعث دشمن سخت بدحواس ہوچکا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن نے ایک مرتبہ اس خوف کا بھی اظہار کیا کہ مجاہدین سارے صوبے پر قابض ہوجائیں گے۔ تازہ ترین واقعات اور کامیابیوں پر ذرا تفصیلی گفتگو فرمائیں؟

جواب : بدخشان میں ڈیڑھ ماہ قبل اس صوبے کے وردوج اور جرم کے اضلاع میں مجاہدین نے متحد ہو کر وسیع گروپ حملوں کا آغاز کیا جس کے بعد تازہ ترین کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اس سلسلے میں بدخشان کے مختلف علاقوں میں مجاہدین نے بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ یہاں اس کے چند اہم واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

2 مارچ 2013 کو مجاہدین نے ضلع وردوج کے علاقے غنیو میں مزدور فوج کی کانوائے پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 15 فوجی ہلاک اور 12 فوجی زندہ گرفتار ہوگئے۔ اس جنگ میں مجاہدین نے دشمن کی 8 رینجر گاڑیاں جلادیں جبکہ 2 کو بطور مال غنیمت صحیح سلامت ساتھ لائے۔ اس جنگ میں مجاہدین نے درجنوں میل ہلکا اور بھاری اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا۔ جو بدخشان میں دشمن پر اس سال کا سب سے بڑا حملہ تھا۔

8 مارچ کو مجاہدین نے ضلع وردوج میں پہلی مرتبہ جوابی کارروائی کا آغاز کیا۔ مگر اسی ضلع کے علاقے یختیرہ میں انہیں مجاہدین کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جس میں انہیں عبرتناک شکست ہوئی۔ دشمن نے عوامی علاقوں پر انتقامی حملہ کیا اور مارٹر کے گولے فائر کر کے 10 عام افراد کو شہید کر دیا جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔

10 مارچ کو مجاہدین نے ضلع جرم کے مرکز پر بڑا حملہ کیا جس میں دشمن کا ایک بڑا اور ظالم ترین کمانڈر قربان اپنے کئی فوجیوں سمیت ہلاک ہوا۔ 12 فوجی زخمی ہوگئے۔ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر اور ایک مشین گن سمیت 8 میل اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا۔ اس بڑے حملے کے باعث اس ضلع کے مرکز کے آس پاس علاقوں میں بھی دشمن کے اختیارات کا خاتمہ ہوگیا۔

17 مارچ کو وردوج قریہ زوی کے علاقے میں مجاہدین کا دشمن کے فوجیوں سے سخت معرکہ ہوا یہاں تک کہ دشمن کے مکرر حملے شکست سے دوچار ہوگئے۔ دشمن نے ایک بار پھر حملہ کیا۔ مجاہدین کے مقابلے میں دشمن کے 20 فوجی ہلاک 1 ٹینک تباہ اور 2 رینجر گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ باقی فوجی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اس معرکے میں مجاہدین نے 30 میل اسلحہ غنیمت میں حاصل کیا جس میں کئی M16 گنیں بھی شامل تھیں۔ جبکہ مجاہدین کے گروپ سربراہ امیر اللہ اور 2 دیگر مجاہدین بھی اس جنگ میں شہید ہوگئے۔

بدخشان کی جہادی تحریک نے دشمن کے ان تمام پروپیگنڈوں پر خط تنسیخ پھیر دیا ہے۔ مثلاً ان کا کہنا تھا کہ غاصب جارحیت پسندوں کے خلاف جاری جہادی تحریک صرف افغانستان کے پشتونوں کی قومی جنگ ہے۔ یہ افغانستان کے سارے عوام کی مذہبی جنگ نہیں۔ مگر بدخشان کا علاقہ جہاں کوئی پشتون نہیں رہتا وہاں عوام کی جانب سے جہادی تحریک کا اٹھنا یہ ثابت کرتا ہے کہ موجودہ جہادی تحریک ایک خاص قوم کی جہادی تحریک نہیں بلکہ یہ کفری یلغار کے خلاف اسلامی نظام کے قیام کے لیے تمام افغان عوام کی مشترکہ دینی و مذہبی ذمہ داری ہے۔ جس کی بنیاد صرف اور صرف عقیدے پر استوار ہے۔

19 مارچ کو وردوج میں مجاہدین نے فرار ہوتے دشمن کا تعاقب کیا تاکہ اس ضلع سے دشمن کا مکمل خاتمہ کیا جاسکے۔ شام 7 بجے مجاہدین نے وردوج کے مرکز کے قریب واقع علاقوں غنیو اور آب جال میں دشمن کی چیک پوسٹوں اور مراکز پر حملے شروع کر دیے۔ رات 12 بجے تک دشمن کی 7 چیک پوسٹیں تباہ ہوگئیں۔ اس کارروائی میں مجاہدین نے دشمن کی 10 گاڑیاں جلادیں، اور چار پایہ دوشکوں سمیت کئی ہلکے اسلحے اور دیگر فوجی وسائل بطور غنیمت حاصل کیے۔ اس جنگ میں دشمن کو بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

اس واقعے کے تین روز بعد 22 مارچ کو دشمن نے ایک بار پھر ضلع وردوج میں فوجی کارروائیوں کا آغاز کیا۔ وردوج کے دو علاقوں قریہ شیدان اور آبجین میں مجاہدین کی جانب سے ان پر شدید حملے ہوئے۔ جس میں درجنوں فوجی ہلاک ہوگئے۔ بہت سے زخمی حالت میں میدان جنگ میں رہ گئے۔ چند اہلکار زندہ حالت میں مجاہدین کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔ وردوج کے حالیہ جنگ میں مجاہدین کو 50 میل مختلف اسلحے غنیمت میں مل گئے۔ جن میں ایک دراز کوف اور کئی M16 رائفلیں شامل ہیں جو مزدور نیشنل آرمی کے استعمال میں رہتی ہیں۔

ان کارروائیوں کے بعد دشمن کی کارروائیاں بدخشان میں جاری ہیں۔ خاص طور پر جرم اور وردوج کے اضلاع میں جہادی کارروائیاں دن بدن تیز ہورہی ہیں اور تقریباً ہر دن مجاہدین کامیاب کارروائیاں کرتے ہیں۔

سوال : 22 مارچ کو کابل انتظامیہ نے دعوی کیا کہ انہوں نے بدخشان کے ضلع وردوج میں 40 مجاہدین شہید کر دیے ہیں۔ اور ان کے مراکز پر بمباری کی ہے۔ اس خبر میں کہاں تک صداقت ہے اور حالیہ دنوں میں ہونے والی کامیاب کارروائیوں میں مجاہدین کے نقصانات کتنے تھے؟

جواب : اتنا کہہ سکتا ہوں کہ بدخشان میں دشمن کو سخت شکست کا سامنا ہے۔ اس لیے دشمن کی کوشش ہے کہ پروپیگنڈے کا کھیل گرم رہے۔ جس تاریخ کو دشمن نے مجاہدین پر بمباری اور نقصانات کے دعوے کیے اسی روز وردوج میں مجاہدین کے ہاتھوں دشمن کو سخت نقصانات پہنچے۔ دشمن اس طرح کے پروپیگنڈے سے اپنی ناکامی چھپانا چاہتا ہے۔

سوال : کہا جاتاہے بدخشان میں تازہ لڑائیوں میں عوام کو بھی نقصان پہنچاہے اس حوالے سے اگر معلومات دے سکیں تو ممنون ہوں گے۔

جواب : انتہائی افسوس سے کہنا پڑتاہے کہ پورے افغانستان کی طرح بدخشان میں بھی دشمن اپنی شکست کا بدلہ عام لوگوں سے لیتاہے۔ دشمن نے اس سے قبل ایک مرتبہ یختیر کے علاقے میں گاؤں کے عام لوگوں پر مارٹر کے گولے گراکر کئی لوگوں کو شہید کردیا۔ پھر 15 مارچ کو اسی علاقے 300 خاندانوں کو سخت سردی میں ہجرت پر مجبور کیا۔ انہیں گھر سے بے گھر کردیا۔ یہ دشمن کاایک اورایسا جنگی جرم تھاجس کامشاہدہ سب نے کھلے عام کیا۔

اسی طرح جب دشمن کووردوج کے مختلف علاقوں میں سخت شکست کا سامنا ہواتواسی ضلع کے مختلف علاقوں میں اندھی بمباری کرکے بڑاس نکالنے کی کوشش کی۔ 27، 28مارچ کووردوج کے ضلع میں 10افراد جن میں ضعیف العمر افراد بھی شامل تھے دشمن نے انتہائی بے رحمی سے انہیں شہید کردیا جبکہ کئی افراد زخمی ہوگئے۔

سوال : دشمن پروپیگنڈا کرتارہتاہے اوراس کی کوشش ہوتی ہے کہ جہاد کو کوئی اور رنگ دیاجائے کبھی کہتاہے کہ یہاں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نہیں بلکہ وسطی ایشیاکے مہاجرین نے یہاں مورچے بنائے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں منشیات کے سمگلروں نے یہاں مسلح مقابلے شروع کیے ہیں اور کبھی دوسرے طریقے سے پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ اگرآپ بتائیں کہ دشمن بدخشان کے واقعات پراتناحساس کیوں ہے اوراتناپروپیگنڈا کیوں کرتاہے؟

جواب: صوبہ بدخشان افغانستان کے شمال مشرق میں واقع انتہائی اہم علاقہ ہے۔ اس صوبے کی افغانستان کے تین پڑوسی ممالک کے ساتھ سرحدیں ملتی ہیں۔ سٹریٹجک حوالے سے یہ انتہائی پیچیدہ اور پہاڑی علاقہ ہے۔ دشمن کو خطرہ ہے کہ اگرایک مرتبہ اس علاقے میں جہادی بیداری عام ہوجائے اوراس کے اضلاع مجاہدین کے ہاتھ میں آجائیں پھر کبھی واپس ہاتھ نہیں آئیں گے اس لیے کہ حالیہ معرکوں میں دشمن کواس بات کاتجربہ ہوچکاہے کہ مناسب اراضی کی وجہ سے مجاہدین کے خلاف داخلی اور خارجی فوجیوں کی کارروائیاں انتہائی ناکامی سے دوچار ہوگئیں۔ انہوں نے ہر طرح سے زور آزمائی کرلی مگر مجاہدین کووردوج جیسے ایک محدود علاقے سے بھی پیچھے ہٹانہ سکے۔

دوسرایہ کہ دشمن غلط پروپیگنڈا کرتاہے، وہ چاہتاہے اس طرح سے بدخشان کے جہاد کی صورت مسخ کرکے پیش کرے اوراس جہاد کے بارے رائے عامہ خراب کرے۔ مگر بدخشان کی جہادی تحریک نے دشمن کے ان تمام پروپیگنڈوں پر خط تنسیخ پھیر دیاہے۔ مثلاان کا کہناتھاکہ غاصب جارحیت پسندوں کے خلاف جاری جہادی تحریک صرف افغانستان کے پشتونوں کی قومی جنگ ہے۔ یہ افغانستان کے سارے عوام کی مذہبی جنگ نہیں۔ مگر بدخشان کاعلاقہ جہاں کوئی پشتون نہیں رہتاوہاں عوام کی جانب سے جہادی تحریک کااٹھنایہ ثابت کرتاہے کہ موجودہ جہادی تحریک ایک خاص قوم کی جہادی تحریک نہیں بلکہ یہ کفری یلغار کے خلاف اسلامی نظام کے قیام کے لیے تمام افغان عوام کی مشترکہ دینی ومذہبی ذمہ داری ہے۔ جس کی بنیاد صرف اور صرف عقیدے پر استوار ہے۔

ایک اور بات یہ کہ پہلے غاصب قوتیں اوران کے مزدور کہتے تھے کہ افغانستان میں لڑنے والے مجاہدین کے پاکستان سے تعلقات ہیں اور پاکستان سے افغانستان آتے ہیں۔ مگر بدخشان جیسے ایک شمالی صوبے۔۔۔۔۔ جس کے پاکستان سے روابط اور راستے ناممکن سے ہیں ۔۔۔۔۔سے جہادی تحریک کے تسلسل کے ساتھ جاری رہنے سے سارے پروپیگنڈے بیک قلم باطل ہوجاتے ہیں۔

ایک بار پھر کہتاہوں صوبہ بدخشان کی جہادی تحریک کامنبع صرف اور صرف عوام ہیں۔ اس صوبے کے علم دوست اور جہادپرور لوگ انتہائی مضبوطی سے مجاہدین کے کندھوں سے کندھاملائے کھڑے ہیں۔ ہمارے حالیہ اندازے اور سروے کے مطابق بدخشان کے عام لوگ 80 فیصد مجاہدین کے ساتھ ہیں، عملی طور پر کھڑے ہیں اوریاہمدردی رکھتے ہیں اور کچھ لوگ ہیں جو صرف تعاون کرتے ہیں۔

سوال: محترم مولوی صاحب آخر میں صوبہ بدخشان کے مجاہدین کے نمائندہ کی حیثیت سے کیاپیغام رکھتے ہیں جسے ہم اپنے قارئین اور مخاطبین تک پہنچائیں؟

جواب: افغانستان کے عام لوگوں کے حوالے سے کہتاہوں کہ حال میں دشمن نے سردجنگ یاپروپیگنڈے پر خاص توجہ مرکوز کررکھی ہے۔ مختلف ذرائع اور طریقوں سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کوبدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے مجاہدین کے موقف اوردعوی کو کمزور ثابت کرے اور افغانستان کے برادراقوام کے درمیان نفاق کی آگ بھڑکائے۔

افغانستان کے مجاہد عوام متوجہ رہیں، امارت اسلامیہ اور مجاہدین کو دشمن کے پروپیگنڈے کی عینک کی بجائے اپنی آنکھ سے دیکھیں۔ اس بات پر نظر رکھیں کہ کیاواقعی مجاہدین غیروں کے لیے اتنی بڑی بڑی قربانیاں دے رہے ہیں یاانہیں اپنے مذہب اور اسلام کی فکر ہے۔ انشاء اللہ اگرافغان عوام دشمن کے پروپیگنڈے پر توجہ نہ دیں اور صرف زمینی حقائق کودیکھیں مجاہدین کے متعلق ان کے پاس کوئی اعتراض باقی نہیں رہے گا۔ کیوں کہ مجاہدین کوئی خفیہ یا پیچیدہ موقف اور داعیہ نہیں رکھتے۔ صرف اور صرف اسلامی نظام کی حاکمیت، جہاد کے مقاصد کی تکمیل، شہداء کی امیدیں برلانے اوراپنے اسلامی مملکت کی آزادی کے حصول کے لیے اٹھے ہیں۔

≈≈≈

محمد فرہاد جانباز

امریکہ کے بعد!

ارضِ جہاد افغانستان کے تورابورا سے لے کر گلی محلوں تک میں امریکہ بہادر کی پسپائی، ہزیمت اور ذلت آمیز خروج وفرار کو دیکھ کر "عمرِ اولؓ" حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی صورتِ حال یاد آرہی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس گلی سے گزرتے تھے، دربار الٰہی سے دھتکارا ہوا مردود شیطان وہاں سے فرار ہو کر گدھے کے سینگوں کی طرح غائب ہو جایا کرتا تھا۔ آج انہی عظیم اور ہیبت ناک سپاہ سالارِ اسلام کے ہم نام روحانی بیٹے "عمر ثالث" حفظہ اللہ کی یہی کیفیت ہے۔ امیر المؤمنین ملا عمر (اللہ ان کی قائم کردہ امارت اسلامیہ، بہ طرز خلافتِ راشدہ کو تاقیامت قائم ودائم رکھے۔ آمین) کا لشکرِ اسلام جہاں جاتا ہے، جس علاقے کا رخ کرتا ہے اور جہاں اقدامی یا دفاعی معرکہ آرائی کا محاذ سجتا ہے، شیطانی پیروکار بش کانڈی دَل وہاں سے فرار اور پسپائی ہی میں جہانِ دنیا کی بھلائی اور خیر دیکھتا ہے۔ وہاں شیطانی گماشتے، صلیب کی صدا اور اس کے مقصدِ غلبۂ عیسائیت فراموش کرتے ہوئے دُم دبا کر چوہوں کی طرح اپنے بلوں میں جا گھستے ہیں۔ وہ طالبان کے ساتھ دوبدو زمینی جنگ کی ذرا تاب نہیں رکھتے۔ انہیں اپنی جان کے لالے پڑے ہونے کی وجہ سے انتظامی امور کا کاروبار چلانے میں سخت دشواریوں کا سامنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان کے اکثر علاقوں سے امریکہ نے بندوبستی ہاتھ اُٹھانا شروع کر رکھا ہے۔ ایک اہم خبر کے مطابق امریکہ بہادر کی صلیبی فوج نے صوبہ پکتیکا کے صدر مقام "شرنہ" شہر میں واقع اہم فوجی مرکز سے انخلاء کر لیا ہے۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ "شرنہ" کے قریب سینکڑوں ایکڑ پر پھیلی ہوئی چھاؤنی سے گزشتہ ایک ماہ سے انخلا نما منتقلی کا عمل شروع تھا جو کہ اکتیس مارچ کی شام مکمل ہوا۔ بتایا گیا ہے کہ یہ مرکز گیارہ برس قبل ابتدائے جنگ سے قائم کیا گیا تھا۔ وہاں سے نکلنے والے گشتی قافلے اکثر اوقات طالبان حملوں اور بارودی سرنگوں کا شکار رہتے تھے۔ اب وہاں کا تمام گولہ وبارود غزنی اور زابل میں قائم امریکن کمپاؤنڈز میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ اور وہاں کا کنٹرول طالبان کے دستِ حق دار کے پاس ہے یا افغان کٹھ پتلی نیشنل آرمی کے رعشہ زدہ دستِ ناکارہ میں ہے۔

افغان فوج میں کرزئی کے قریباً ساڑھے تین لاکھ ہرکارے ہیں۔ جن میں کم ایسے ہیں جو کسی نظریاتی یا مذہبی اختلاف یا نسلی تفاوت کی وجہ سے طالبان کے خلاف حریفانہ کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ اکثر فوجی وہ ہیں، جن کی افغان فوج میں شمولیت کے پیچھے اہم محرک پیٹ کی بھوک تھی۔ مفاداتِ ذاتی اور اغراضِ خاندانی کی تکمیل کا جذبہ کار فرما تھا۔ جرم ضعیفی کی مرتکب، مفلس قوم کی "چڑھتے سورج کو سلامی" کر کے غریب خانے کو "ہمہ آفتاب ساختن" کی قدیم عادت اور روش بھی ایک اہم پوائنٹ تھا۔ لیکن یہ کیفیت صرف ان لوگوں میں ہوتی ہے، جو دولت کی عدم موجودگی کے باوصف غیرت کی غیر دستیابی کا بھی شکار ہوتے ہیں۔ کہنے کو اور کاغذات کی دنیا تک تو افغان فوج کی تعداد ساڑھے تین لاکھ بتائی جاتی ہے، لیکن حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ آئے روز کی خبریں اس تعداد کا منہ چڑاتی رہتی ہیں۔ اوسطاً ہر ہفتے کے تین دن ایسے ضرور ہوتے ہیں، جن میں افغان فوجیوں کی طالبان لشکر میں شامل ہو جانے کی خبریں گردشِ دوراں کا پتہ دیتی ہیں۔ یہ صورتِ حال ایک فوجی سے لے کر سو تک، بلکہ کئی دفعہ تو سینکڑوں کی تعداد تک کے فوجیوں کی افغان آرمی سے خروج اور فرار پر مشتمل رہتی ہے۔ آئے دن ایسی خبریں آتی ہیں جن میں نیشنل آرمی کے مورال کا دیوالیہ نکلتے ہوئے بتایا جاتا ہے کہ آج فوج کی فلاں یونٹ یا پولیس کی فلاں چوکی سے اتنے اہل کار طالبان سے مل گئے ہیں۔ جب کہ اس میں لطف کا عنصر مزید دو آتشہ تب ہو جاتا ہے، جب فوجی سرنڈر ہوتے وقت کافی مقدار میں ہلکے وبھاری مختلف النوع ہتھیار اور گاڑیاں بھی طالبان کے قبضے میں لا دیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ پوری چوکی کا مکمل اسلحہ طالبان کے اسلحہ ڈپو میں لا ڈالتے ہیں۔ جس سے طالبان کو اسلحے کی کمی کی شکایت نہیں رہتی۔ اگر طالبان سے مل جانے والا کوئی علاقائی جنگجو ہو یا فوجی کمانڈر، تو پھر زمانۂ قدیم کے بادشاہوں کے لڑاکا سرداروں کے واقعات نئے روپ میں جلوہ گر ہو کر سامانِ دلچسپی اس طور بڑھا دیتے ہیں کہ ان کے ماتحت تمام اہل کار بھی اپنے سربراہ اور سردار کا دم بھرتے ہوئے طالبان کی صفوں کا حصہ بن جاتے ہیں۔

اس بات کو سامنے رکھا جائے تو معلوم پڑتا ہے کہ افغان نیشنل آرمی یا پولیس اہلکاروں کی تعداد وہ نہیں ہے، جو "ساڑھے تین لاکھ" کے ہندسے سے ظاہر کی جاتی ہے۔ برطانوی جریدے "انڈی پینڈنٹ" کے مطابق اب تک فوج سے 12000، پولیس سے 7ہزار اہل کار مفرور ہو چکے ہیں۔ جب کہ موجودہ تعداد کا تخمینہ دو لاکھ کے آس پاس کا ہے۔ لیکن یہاں یہ واضح رہے، اکثر مفرور طالبان کے صفوں میں آجاتے ہیں، جب کہ معدودے چند اپنی علیحدہ انفرادی زندگی کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔

اگر امریکن ایڈ کے بل بوتے پلتی نیشنل آرمی سے فرار اور طالبان سے

ملاپ کا سلسلہ اسی طرح دراز ہوتا رہا تو وہ دن دور نہیں، جب کرزئی حکومت اپنی موت آپ مرجائے گی۔ دراصل افغان حکومت کے قیام اور بقاء کا مکمل دار و مدار امریکن میرینز کے بعد افغان نیشنل آرمی پر ہے۔ اس کٹھ پتلی حکومت کے کسی حد تک استحکام کو فوجی بندوق اور ٹینک کی بیساکھیاں سہارا دیے ہوئے ہیں۔ اگر یہ نہ رہے تو گویا اوباما کی کٹھ پتلی کی آکسیجن ہی بند ہو گئی۔ اب جوں جوں دو ہزار چودہ قریب سے قریب تر آتا جا رہا ہے، توں توں افغان فوج کے ناتواں کندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ قدرے تیز رفتاری سے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اسے پہلے سے زیادہ جاں فشانی اور سخت کوشش وجد وجہد سے اپنا مورال اور حکومت کا وقار بہر حال، بحال رکھنے کا مرحلۂ جاں گسل درپیش ہے۔ طالبان کے ساتھ تباہ کن جھڑپوں میں رسوا کن ہزیمت اور ذلّت آمیز شکست کا سامنا کرنے کے بعد امریکن آرمی نے کئی علاقے اور چھاؤنیوں کا کنٹرول مکمل طور پر افغان فوج کے حوالے کر کے، خود اپنے بڑے اور قدرے محفوظ اڈوں میں ڈیرے ڈال دیے ہیں۔ جب کہ حال ہی میں "بگرام جیل" کا انتظام بھی افغان حکومت کو سونپ کر خلاصیِ جاں کی ایک سبیل کی ہے۔ اب افغانستان میں کارگزار امریکن فوجی کمانڈانوں کی طرف سے ہر نئے دن ایسے بیانات میڈیا کی زینت بن رہے ہیں، جن میں وہ ساڑھے تین لاکھ افغان فوجیوں کی تربیت کا ڈھنڈورا پیٹتے نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "اب افغان فوج تربیت اور ٹریننگ کے کافی مرحلوں سے گزرنے کے بعد ('ک' سے) اس 'کابل' ہو گئی ہے کہ 'کابلی حکومت' کو تحفظ اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کر سکے۔" لیکن عملی میدان کے سپاہی کے طور پر کسی بھی افغانی فوجی کا فرد آیا تمام فوج کا اجتماعی طور پر دوسرے ممالک کی فوجوں سے موازنہ کیا جائے، تو 'افغان نیشنل آرمی' کا وجود انتہائی مشکلات اور گمبھیر خطرات کی لپیٹ میں گھرا نظر آتا ہے۔ اس کے گلے میں گھنگرو بول رہے ہیں۔ عالم نزع طاری ہے، امریکہ کے جاتے ہی سانس کی ڈوری ٹوٹ جانے کا قوی امکان ہے۔ کوئی نظم وضبط نہیں ہے۔ دوسری فوجوں جیسی چالاکی نہیں ہے، فقط منافقانہ عیاری کے بل بوتے پر بندوق کا ٹریگر دبا کر ٹھاہ کرتے اور افغان شہریوں کی زندگی کا ٹمٹماتا چراغ گل کر کے الزام طالبان پر دھرنا آتا ہے۔ ڈسپلن نام کو نہیں ہے۔ طالبان تو پھر بھی نظم و ضبط میں کافی آگے ہیں، شام کی بشار مخالف "فری سیرین آرمی" بھی حد درجے انضباط و تنظیم میں قابل رشک ہے۔ پرواز میں کوتاہی پیدا کرنے والا مغربی رزق کھا کھا کر یہ فوج چھوئی موئی کے پودے کی طرح بن کر رہ گئی ہے، اگر اس کو امریکی خول کی حفاظتی ڈھال میسر نہ ہو تو طالبان کے ایک ہی زوردار اور ہمہ جہت حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے مرجھا جائے گی۔

یہاں پہنچ کر اس امر کا جائزہ لینا ہوگا اگر امریکی رخصتی کے بعد افغان فوج کا وجود ہی تحلیل ہو گیا تو بات ہی دوسری ہے، لیکن اگر اپنا وجود قائم رکھتے ہوئے طالبان حملوں کا بہ قدرِ طاقتِ اشکِ بلبل جواب دینے میں اپنی "پیشہ ورانہ تربیت" کے جوہر دکھلانے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تو اگر امریکہ نے واپس آ کر "طالبان کی واپسی" کو روکنے کی کوشش کی، تو شاید یہاں سے ایک نئی جنگ کا دورانیہ وجود پذیر ہو جائے گا۔ اس میں سابقہ ریکارڈ کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے، تب امریکہ اپنے کانپتے اور ڈگمگاتے وجود کو کھو بیٹھے گا۔ یہ مرحلہ طالبان کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو گی۔ یہ امریکہ کی خود کو دھوکہ اور فریب دینے کی ایک کوشش ہو گی۔ طالبان جدوجہد اور عمل پیہم کے سفر میں ہیں۔ وہ امت مسلمہ کی شان و شوکت کی منزلِ گم گشتہ کی تلاش اور جستجو میں تاقیامت مگن ہیں۔ لیکن اگر امریکہ کی جلد بازی اور بوکھلاہٹ کی چغلی کھاتی بہ ہر صورت فرار کی کوششوں کو بہ نظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ مفروضہ اس طور لاغر اور کمزور محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ نے موت کی اس خوفناک وادی سے نکلنے اور واپس مڑ کر نہ دیکھنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔

لیکن ایک اور قابل قبول رُخ یہ بھی ہے کہ افغان فوجیوں کے فرار ہو کر طالبان سے مل جانے کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ کے مکمل انخلا تک اکثر فوجی حالات کا صحیح معنوں میں ادراک کر کے امارات اسلامیہ کے مجاہدین بن جائیں گے۔ چونکہ اکثر فوجی وقتی مفادات کی کشتی میں سوار ہو کر کرزئی کے ساحلِ حکومت پر گئے تھے، لہٰذا یہ ہم عقیدہ و ہم مذہب فوجی ایک نیا سورج طلوع ہوتا دیکھ کر اس کی روشنی میں نہانے کی کوشش میں ضرور جلدی کریں گے۔ اور یہ اس لیے بھی کہ افغان فوجی طالبان خلاف کاروائیوں کے بعد اس خوف اور فکرِ فردا میں مبتلاء ہو جاتے ہیں کہ کہیں طالبان انتقامی کاروائی کر کے ادلے کا بدلہ یہیں چکا کر انہیں موت کے گھاٹ نہ اتار دیں۔ یہ خوف ان کی رگ رگ میں سرایت کر کے خون کی طرح دوڑ رہا ہے۔ ان کا یہ خوف حقیقت پر مبنی ہے۔ طالبان کی انتقامی کاروائی کی واضح، روشن اور تازہ مثال کے ضلع وردج میں ہونے والی وہ خوں ریز لڑائی ہے، جو وہاں کے بے گناہ باشندوں کو بلاوجہ علاقہ بدر کر کے مبتلائے مصیبت کرنے پر وقوع پذیر ہوئی تھی۔ یہ انتقامی لڑائی دن کے اکثر حصے تک جاری رہی تھی۔ اس قصاصاً کاروائی میں افغان فوج کو رسوا کن ہزیمت اور ناقابل تلافی جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

اور یوں باقی ماندہ افغان جو میں افرادی قوت میں زبردست کمی کے باعث طالبان سے مزاحمت اور بھڑنے کی طاقت نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ جس کی وجہ سے قوی امکان یہی ہے کہ چند ماہ کی ہی مزاحمت کے بعد دوبارہ سَن چھیانوے کی تاریخ اپنے آپ کو دُہرا دے اور یوں کابل کے قصرِ صدارت پر امارتِ اسلامیہ افغانستان کا کلمہ توحید والا پرچم اللہ کی وحدانیت اور اسلام کے بول بالا کا نعرہ لگاتے ہوئے لہراتا اور جھلملاتا نظر آنے لگے۔

●●●

جہاد ایک نظریہ

عاصم وطن پال

آفتاب اسلام کی کرنیں جب سے فاران کی چوٹیوں پر پڑیں تب سے مسلمانوں نے جہاد کے عظیم فریضے اور نظریے کی حفاظت کے لیے لازوال قربانیاں دیں۔اس راہ کے بہت سے راہروؤں نے اپنی آخری سانسیں بھی اس راہ میں پھونک دیں اوراس راہ کے مدارج طے کرتے ہوئے اعلیٰ علیین تک جا پہنچے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔اس راہ کے راہرو اپنے ہدف کی جانب پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ رواں دواں رہے۔ جتنی بھی رکاوٹیں سامنے آئیں کبھی گھبرائے نہیں ک، بھی ستائے نہیں۔ یہ اتنا عظیم جذبہ ہے کہ جس کے لیے مسلمان مال وعیال ، قریبی رشتہ داراور تمام دنیوی عیش وعشرت سب کچھ چھوڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں یہ فلسفہء اسلام کی ایک خاص خصوصیت ہے۔یہ سب کچھ وہی شخص کر سکتا ہے جسے ایمانی جذبہ اور اسلامی احکامات میں سے وافر حصہ ملا ہو۔عارضی دنیاوی مفادات کے لیے اگر کوئی شخص مال وعیال اور رشتہ داریوں کی قربانی دیتا ہے تو یہ شاید آسان ہو مگر اپنی جان تک قربان کر دینا یہ انسان کے بس میں نہیں۔مالی مفادات کے لیے جان گنوانا انسان کے لیے آسان نہیں ہوتا۔

یہ سب کچھ کرنے کے لیے روحانی جذبے اور باطنی اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ بہت سے ایسے کام عام انسانی فکر کے مطابق جن کا کرنا ناممکن ہوتا ہے اسی جذبے کے باعث انسان انجام دے لیتا ہے۔اور اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ایمانی اور نظریاتی جذبے سے ہوتا ہے تو مومن عوام سے مقابلے کی قوت کافروں کو کیسے ملی؟ یہ اس لیے کہ انہیں بھی ایک ہدف اور نظریہ متعین کر کے دیا گیا ہوتا ہے اگرچہ یہ طاغوت کا راستہ ہوتا ہے مگر باطل عقیدے کی بنیاد پر یہ لوگ وہی کام سرانجام دیتے ہیں جو مسلمان اپنے پاک عقیدے کی خاطر سرانجام دیتے ہیں۔ یہ سوچ اور نظریہ ان کے مذہبی پیشوا پوپ اس وقت اور بھی خوبصورت کر کے پیش کرتے ہیں جب وہ اپنے ملک سے اسلامی ملک کی جانب روانہ ہو رہے ہوتے ہیں۔اس لیے یہ ظلم اور وحشت کے شعلوں میں لپٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ باطل کے مقابلے میں جتنے بھی زیادہ تعداد میں مسلمان یا وہ ہستیاں جن سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں شہید یا زخمی ہو جائیں،اس راہ میں جتنے یتیم اور عقوبت خانوں میں قید کر دیے جائیں تو اسے اسلام پسند قوتوں کی شکست سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔کیوں کہ اس جنگ کی بنیاد افراد نہیں نظریہ ہے اور یہ ایک نہ ختم ہونے والا مقابلہ ہے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باطل کے خلاف یہ جنگ قیامت تک جاری رہے گی۔تو جب تک اختلاف ہو اور زمین پر اللہ کا دین پوری طرح نافذ نہ ہو جائے۔یہ جنگ جاری رہے گی۔

چودہ صدیوں سے اب تک مسلمان بے پناہ قربانیاں دیتے آ رہے ہیں ۔اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر رہے ہیں ، ان لوگوں نے اگر دنیا سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور اپنے عام مسلمانوں کو بے آسرا چھوڑ کر گئے ہیں مگر ان کی عدم موجودگی اور شہادت سے اس تحریک کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔اس لیے کہ ہمارے اقدامات ، پیغامات ، جنگیں اور ساری کوششیں نظریے اور مذہب کی بنیاد پر ہیں۔افراد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جن لوگوں نے جام شہادت نوش کیا وہ اپنے ہدف اور مقصد کو پا گئے۔ ان کے نقصان کے باعث امارت اور قانون میں تبدیلی ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر جبل احد میں ہجرت کے تیسرے سال جو کچھ ہوا اور کافر جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کے پاس مدینہ آگئے جیسے آج بھی مغربی کافر ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے ہمارے پاس آئے ہیں،اس جنگ میں بہت سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔احد کے ان شہداء میں ہر ایک اسلامی دنیا کے لیے ایک بڑی ہستی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ خصوصی طور پر اس لیے قابل ذکر ہیں کہ اس شہید کی تاریخ سے خصوصی موضوعات متعلق ہیں۔ یہ کافروں کے ظلم ووحشت کا خصوصی اظہار تھا۔اس غزوہ میں یہ افواہ بھی اڑائی گئی کہ پیغمبر علیہ السلام اور دیگر بڑے بڑے صحابہ کرام شہید کر دیے گئے ہیں ۔اس وقت ابوسفیان جو کافروں کی فوج کا سربراہ تھا خود کو بہت کامیاب اور فاتح سمجھ رہا تھا اس نے آواز لگائی افی القوم محمد۔کیا تم میں محمد ہیں،افی القوم ابن ابی قحافه، کیا ابن ابو قحافہ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تم میں موجود ہیں، افی القوم عمر ابن خطاب؟ کیا تم میں عمر زندہ ہیں۔

اس نے یہ نعرہ تین مرتبہ لگایا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جواب مت دو، حضرت عمر کا حوصلہ تنگ ہوا انہوں نے پورے جذبے سے کہا: یہ محمد ہیں، یہ ابو بکر ہیں اور یہ میں ہوں۔ مگر جب ابوسفیان نے نظریے کی بات کی اور کہا اعلیٰ هبل ، اور اپنے بتوں پر فخر کا اظہار کیا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اب جواب دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیسے جواب دیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو اللہ اعلی واجل {اللہ کی ذات اعلی اور اجل ہے}۔ ابو سفیان نے پھر کہا لنا العزی ولاعزی لکم ۔ ہمارے پاس عزی {بت} ہے اور تمہارے پاس یہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو ہدایت کی اور کہا تم کہو: لنا المولی ولا مولی لکم ۔ اس نے مزید کہا کہ یہ جنگ، بدر کے مقابلے میں ہے۔ وہاں تم نے ہمیں شکست دی یہاں ہم نے تم لوگوں کو شکست دے دی۔ اس لیے ہم برابر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ نے فرمایا کبھی بھی برابر نہیں ہوسکتے اس لیے کہ ہمارے شہداء جنت میں ہیں اور تمہارے مردے دوزخ میں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کی اجازت اس وقت تک نہ دی جب تک ابو سفیان نے عقیدے اور نظریے کے متعلق بات نہ کی۔ جب تک ابو سفیان شخصیات کا بات کرتا رہا اس وقت تک یہ جواب کے قابل نہ تھا کیوں کہ یہ پیغمبری قافلہ افراد اور شخصیات کی شہادت سے رکنے والا نہیں۔ اور یہ اس سے اور بھی مضبوط ہوگا۔ اگرچہ بہت سے مسلمان شہید ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت پر غم کا اظہار بھی کیا مگر وہ اپنے گوہر مقصود کو پاگئے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس سے اسلامی فوج کمزور ہوجائے گی اور یہ کاررواں ناکامی سے دوچار ہوجائے گا۔

اسلام کے مقدس دین میں افراد پر فخر کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی تو انہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا۔ اللہ تعالی کو یہ پسند نہ تھا اس لیے اس جنگ میں صحابہ کرام کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بمارحبت۔ ترجمہ: وہ وقت یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تمہیں دھوکے میں ڈالا اور تم پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی۔

کیونکہ ایمانی جنگ کا تعلق ایمان سے ہے افرادی قوت پر اعتماد اور تکیہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح غزوہ موتہ میں جب کفار کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھی۔ مسلمانوں کے ایک گھوڑے کے مقابلے میں ان کے پاس 100 گھوڑے تھے۔ شروع میں کچھ مسلمانوں نے زید بن حارثہ سے کہا کہ ہمیں جنگ نہیں لڑنی چاہیے کچھ نے کہا ہمیں ہم مدینہ منورہ اطلاع بھیجیں گے تاکہ کچھ اور مدد آجائے۔ مگر مسلمانوں کے امیر زید بن حارثہ نے عبداللہ بن رواحہ کو مشورے کے طور پر ایسا کہا تو انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا لسنا نقاتلھم بعدد ولاعدۃ۔ ہم اسباب وسائل اور افراد کی بنیاد پر نہیں لڑتے۔ بلکہ ہماری جنگ صرف اور صرف اللہ تعالی کی ذات پر توکل اور اس کی رضا کے لیے ہے۔ اس لیے مخالف لشکر جتنا بھی بڑا ہو ہم اس سے لڑیں گے اور کبھی بھی ان کی تعداد سے متاثر نہیں ہوں گے۔ اسی لیے جب جنگ ہوئی تو کثرت کے باوجود شکست کافروں کا مقدر بنی۔

اس غزوہ میں اگرچہ مسلمانوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی جن میں عبداللہ ابن رواحہ، زید ابن حارثہ اور دیگر صحابہ کرام مگر پھر بھی اس جنگ کو اسلام کی نفع قرار دیا گیا۔ کیوں کہ یہ جنگ کفار کے خلاف اللہ تعالی کے قانون کے نفاذ کے لیے کفار کے خلاف تھی، وہ مقصد پورا ہوگیا۔ اور جو افراد اس میں شہید ہوئے وہ اپنے مقصد کو حاصل کرگئے۔ اسی مقصد یعنی کفار کے نظریے کے خاتمے اور اسلام کی ترویج کے لیے سردار دوجہاں نے کافر بادشاہوں کے تحائف بھی قبول کیے اور جب انہوں نے اسلام کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی کوشش کی تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ناقابل برداشت بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں کے ساتھ حسن سلوک اس بات کا شاہد ہے کہ اسلام حسن سلوک اور اچھے تعلق کا کس قدر خواہاں ہے۔

جس طرح روم کے بادشاہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھی بھیجا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کی قدر بھی کی۔ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ وہ اسلام کے خلاف اقدام کرنے کی تیاریوں میں ہیں تو مدینہ منورہ میں ایک بڑے جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اس عظیم جنگ میں جان ومال کے ساتھ شریک ہوجائیں۔ اس طرح تبوک کا عظیم غزوہ پیش آیا۔ اسے جیش العسرہ بھی کہا جاتا ہے یعنی سختیوں اور مشکلات کا لشکر، یہ لشکر انتہائی مشکلات اور تکالیف کے ساتھ روم پہنچا۔ اس لشکر نے ایک مہینے تک مسلسل پیدل سفر کیا۔ پہلے تحائف کا قبول کرنا اور جب عقیدے پر زد پڑی تو ایسے لشکر کی تیاری کہ تمام مسلمانوں کو اس میں شرکت کا حکم دیا گیا اور جو پیچھے رہ گئے ان کی معافی بھی ان کی انتہائی عاجزی کے بعد ہوئی۔

دنیا والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان مسلمانوں کو جتنا بھی آپ شہید کریں، ان کے گھروں پر بمباری کریں، ان کے بچے یتیم کریں، ان کے ائمہ مساجد کے خون سے مساجد کو رنگین کردیں، شادیوں میں ان کی خواتین کو شہید کردیں، ملک کے نوجوانوں کو پہاڑوں اور گھروں میں چھاپے مار کر شہید کردیں پھر بھی یہ سلسلہ رکنے والا نہیں۔ کیونکہ یہ اسی پیغمبر کا بنایا ہوا لشکر ہے جن کا یقین افراد اور شخصیات پر نہیں بلکہ ان کا توکل اللہ کی ذات اور رضا پر ہے آپ جتنی بھی اس آگ کو بجھانے کی کوشش کریں گے یہ اور بھی تازہ ہوگی۔ یہ مخالف ہوا آگ کے شعلوں کو اور بھڑکائے گی۔ جو لوگ شہید ہوں گے وہ جنت کی طرف جائیں گے ان کے خون کا ہر قطرہ تمہارے لیے انتقام کا پیغام ہوگا۔ دشمن کبھی بھی اس زمین سے کامیاب واپس نہیں لوٹے گا۔ تمہارا آخری انجام بھی مسلمانوں کے مٹی میں ہوگا۔ اور خصوصی طور پر افغانستان کی مٹی ان کے لیے قبرستان بنے گی، یہ انقلابی مٹی ایک طویل تاریخ رکھتی ہے۔ تمہیں بھی اس نامور دائمی تاریخ کا ایک نمونہ دکھائیں گے۔

ترکی انجینئر کی آزادی اور قرائن و قیاسات

ایمل نوری

طالبان نے اپنی ویب سائٹ پر اعلان نشر کیا کہ ترکی کا ایک انجینئر جوان کے بقول دو سال قبل کابل جلال آباد شاہراہ پر ان کے ہاتھوں اسناد و شواہد سمیت گرفتار کیا گیا تھا۔ طالبان نے نیک نیتی کی بنیاد پر انہیں رہا کر دیا ہے۔ اسلامی ہمدردی اور انسانی تعاون کی بنیاد پر ہر قیدی کی رہائی ایک اچھا امر ہے۔ اس حوالے سے ہر کوئی کوششیں بھی کر رہا ہے۔ یہ ایک قابل تعریف اقدام تھا۔ یہاں مذکورہ اسیر کی رہائی کے حوالے سے چند قابل توجہ نکات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1 : طالبان کا کہنا ہے کہ انہوں نے مذکورہ انجینئر کو شواہد اور اسناد کے ساتھ گرفتار کیا ہے۔ طالبان کر سکتے تھے کہ انہیں قتل کریں یا کم از کم اس کے بدلے اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں۔ کیونکہ ترکی ناٹو کا حصہ ہے اور عملی طور پر افغانستان میں جارحیت کے سائے تلے کام کر رہا ہے۔ یا طالبان کچھ مادی مطالبات بھی پیش کر سکتے تھے مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان اور ترکی کے درمیان براہ راست بھی کچھ تعلقات ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ مذکورہ انجینئر کو انہیں تعلقات کی روشنی میں رہا کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے طالبان کے عالمی سطح پر کئی ممالک سے تعلقات ہیں اور عالمی سطح پر فعال وجود رکھتے ہیں۔

2: سب سے زیادہ قابل توجہ امر یہ ہے کہ مذکورہ انجینئر افغانستان کے اندر ترکی کے نمائندوں کے حوالے کیا جائے گا۔ اور وہ بھی کابل کے پڑوسی صوبے لغاب میں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طالبان کو ملک میں مکمل عوامی تعاون حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ افغانستان کے اندر دو سال تک ایک ایسے قیدی کو اپنی قید میں محفوظ رکھ سکتے ہیں جو امریکا اور نیٹو سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ یہاں اگر عوام اور مقامی لوگوں کا تعاون نہ ہو تو کسی صورت ممکن نہیں کہ دو سال تک کابل سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ایسے قیدی کو محفوظ رکھیں اور پھر یہیں پر ہی حوالہ کیا جائے

3: یہاں یہ بات انتہائی بے جا معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ قیدی کی گرفتاری اور پھر رہائی میں کسی اور کا ہاتھ ہے۔ کیوں کہ اگر کسی اور کا ہاتھ ہوتا تو اس سے قبل ذرائع ابلاغ پر کم از کم کچھ نظر آجاتا۔ دوسرا یہ کہ یہ قیدی کسی سرحدی علاقے میں حوالے کیا جاتا۔ اور اگر یہ قیدی ابتداء ہی سے یہاں نہ ہوتا تو ملک کے قلب میں اس کا لانا اور اتنے راستوں پر گذار کرلانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ افغانستان میں کوئی خارجی قوت اتنی مضبوط ہے کہ یہ سب کچھ کروا رہی ہے تو یہ در حقیقت افغانستان اور افغانوں کے وجود پر سوالیہ نشان کھڑے کر دینے کے مترادف ہے جو کسی صورت ممکن نہیں

4: مذکورہ واقعہ ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ ان کے طرز عمل سے پہلے بھی واضح ہوتا رہا ہے کہ طالبان عمل کے لوگ ہیں۔ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں زیادہ باتوں اور شور شرابے سے زیادہ عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہی چیز ہے جس نے عالمی سطح پر طالبان کو قوت اور طاقت فراہم کیا ہے۔ اس سے قبل بھی یہ بات مشہور تھی کہ طالبان کے قول و عمل کسی قسم کا تضاد نہیں ہوتا۔

5: ترکی کے انجینئر کی آزادی کا یہ واقعہ اس بات کا شاہد ہے کہ طالبان عملی طور پر دنیا سے اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں۔ خصوصاً اسلامی دنیا کے ساتھ۔ اور مستقبل میں ایک مضبوط سیاسی قوت کے طور پر سامنے آنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ دنیا کو اس جانب متوجہ ہو جانا چاہیے خصوصاً ان قوتوں کو جو ان سے جنگ میں مصروف ہیں کہ وسیع سطح پر کوششیں کریں اور طالبان کے ساتھ قریبی روابط اور تعلقات استوار کر کے مسائل کے حل کے لیے عملی طور پر کام کریں۔

6 : مجموعی طور پر ساری دنیا خصوصاً مغرب کو بھی طالبان کے طرز عمل سے سبق سیکھنا چاہیے۔ اور ان مظلوم قیدیوں کی رہائی کے لیے تگ و دو کرنی چاہیے جو گیارہ سالوں سے بلا عنوان پنجروں میں بند پڑے ہیں۔ اور ایسے کہ تمام انسانی حقوق سے محروم ہیں تا کہ مسائل کے حل کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔

7: میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ طالبان نے اس طرز عمل سے ساری دنیا خصوصاً ترکی کے عوام اور حکومت کی ہمدردی حاصل کر لی ہے۔ طالبان نے دنیا کو یہ دکھا دیا کہ وہ ایسے نہیں جیسا کہ دشمن پیش کر رہا ہے۔ بلکہ وہ بشری حقوق اور انسانی اقدار کی دوسروں سے زیادہ قدر کرتے ہیں۔

8: یہ واقعہ ایسے وقت میں پیش آیا ہے جب حامد کرزئی قطر میں طالبان کے لیے سیاسی دفتر کھولنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے قطر روانہ ہوئے۔ ایسا لگتا ہے کہ طالبان کرزئی سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ سیاسی دفتر کھولنے کے لیے آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اپنا سیاسی کردار اپنی مرضی کے مطابق آگے بڑھائیں گے۔

مجاہدینِ کرام کے لیے

غزوہ حنین سے حاصل شدہ اسباق!

مولوی ابوبکر صدیق عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتِ مسلمہ کی نصرت اور زمین نیابت یا "استخلاف فی الارض" کا فیصلہ بہت پہلے کیا جا چکا ہے، قرآن مجید میں ارشادِ گرامی ہے:

"اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لیے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی غالب کیے جاویں گے اور (ہمارا قاعدہ تو عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے۔(الصافات)"

اور دوسری جگہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

"(اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا، جیسا ان سے پہلے (اہلِ ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدّل بہ امن کر دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں، اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔(النور)"

اللہ رب العزت کے اس اٹل فیصلے کی رو سے دورِ حاضر کا مطالعہ یا معاصر جہاد کا مشاہدہ کیا جائے تو امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کے زیرِ سیادت و قیادت دنیا میں جاری جہادی معرکے فتح و نصرت کی طرف بھرپور گامزن دکھائی دیتے ہیں اور مٹھی بھر مجاہدین کے ہاتھوں دنیا کی طاقتور ترین شیطانی قوتوں کو ذلیل و خوار ہوتے بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

غور کیا جائے تو اللہ پاک کی مدد و نصرت کی یہ کھلی نشانی سوائے اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ اور مجاہدین کے رجوع الی اللہ کے ہرگز نصیب نہیں ہوئی ہے۔ خصوصاً افغانستان پر 9/11 کے بعد ابتلاءِ جدید کا جو دور شروع ہوا، اس میں درپیش مشکلات، شہادتیں، آزمائشیں، قید و بند کی صعوبتیں اور اپنوں کی جفا کے دردناک لمحات کا کرب ایسا سوہانِ روح ہے، جسے سوچ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انسانی روح کانپ اٹھتی ہے۔ مگر خدا کے فضل و کرم سے مجاہدین کو ثابت قدمی نصیب ہوتی رہی اور مادی قوتیں اپنے تباہ کن اسلحے، ظالمانہ استعداد، حیوانی جبلت اور شیطانی صفات کے باوجود زمین بوس ہوتی رہیں، اور دنیا پر یہ واضح ہو گیا کہ فتح مندی اسلحہ و طاقت کے زور اور غرور و تکبر کی ڈھٹائی کے زور پر کبھی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی۔

بلاشبہ یہ ایک ایسا موقع ہے کہ فتح مکہ کی طرف مسلمانوں کی معنوی اور عسکری قوت میں خوب اضافہ ہو چکا ہے۔ معنوی قوت اس طرح بڑھ گئی ہے کہ افغانستان سمیت دنیا بھر میں بہت سے علاقے باقاعدہ مجاہدین کے زیرِ اثر آکر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی آماجگاہ بن چکے ہیں، امریکہ اور اس کے حواری جس دھڑلے سے اللہ کا نور بجھانے آئے تھے وہ بجھنے کی بجائے ہر سو روشنی بکھیر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بخوبی صادق آ رہا ہے کہ:

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔(الصف)"

اور عسکری قوت میں اضافہ ایسے ہوا ہے کہ جہاں ایک طرف مسلمان نوجوان جوق در جوق مجاہدین کی صفوں کی زینت بن رہے ہیں تو وہیں دوسری طرف کفار کی "سائنسی ترقی" کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کو ایسی سادہ اور زود اثر مہارات سے نواز رہے ہیں جن کے آگے "شیطانی سائنس" گھٹنے ٹیک چکی ہے، کفار ہر طرح کے اسلحے اور مراعات سے لیس ہونے کے باوجود "جہادی ٹیکنالوجی" کے آگے ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، جس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ **اللھم زد فزد**

اسی طرح یہ موقع غزوہ حنین کی طرح مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ کی صورت لیے کھڑا ہے۔ جو اہلِ ایمان کے لیے ماضی کی محنتوں کے انجام اور اور مستقبل کی جد و جہد کے اٹھان کی ایسی گھڑی ہے جس میں قدم بقدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع کی ضرورت ہے وران خصائل و عادات سے اجتناب درکار ہے جو اللہ کی نصرت دور

ہونے کا سبب اور شکست سے دوچار ہونے کا ذریعہ ثابت ہوسکتی ہیں۔ ہمیں موجودہ حالات میں کامل سرخروئی کے لیے غزوہ حنین کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ اس فرمانِ عالیشان کو مدنظر رکھنا ہوگا جس میں ارشاد ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ فِى مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۙ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ
أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْـًٔا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ (٢٥) ثُمَّ أَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ
عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ
ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلْكَٰفِرِينَ (٢٦) ثُمَّ يَتُوبُ ٱللَّهُ مِنۢ
بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (٢٧) (التوبة)

"تم کو خدائے تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا اور حنین کے دن بھی جبکہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرّہ (ناز) ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ (کے قلب) پر اور دوسرے مومنین (کے قلوب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور (مدد کے لیے) ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزادی اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کردیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔"

چونکہ آج مجاہدین دنیا کی بڑی بڑی فرعونی طاقتوں کو ناکوں چنے چبوا بیٹھے ہیں اس لیے غرور و تکبر سے بچنے اور رجوع الی اللہ پیدا کرنے کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اسلام کی سربلندی کے لیے جاری محنتوں کو مہمیز دینے کی ہر ممکن کوششیں بروئے کارلانی چاہئیں۔ اسی لیے ہم ذیل کی سطور میں غزوہ حنین سے حاصل شدہ اسباق کا تذکرہ مناسب سمجھتے ہیں جن پر چل کر اعلاءِ کلمۃ اللہ کی تحاریک کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہیں اور اسلامی نظام کا قیام عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ یہ غزوہ 10 شوال 8ھ کو اسلامی لشکر اور عرب قبائل ہوازن و ثقیف کے درمیان وادیء حنین جو کہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ ابتداءً مسلمانوں کو اپنی کثرت و قوت پہ ناز کی وجہ سے شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا، مگر جلد ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہوئی اور مسلمان فتحیاب ہوگئے، جیسا کہ آیتِ بالا میں مذکور ہے۔

1۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ سبق ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے کہ ہر فتح و نصرت کی طرح موجودہ فتح کا حصول بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل کے نصیب نہیں ہوا، اگر کسی قوم یا علاقے کی بلند ہمتی اور قربانیاں اس جنگ میں کامیابی کا زینہ ثابت ہوئی ہیں تو یہ بھی اس ربِ ذوالجلال کی عنایت ہے کہ اس نے اس قوم یا علاقے کو اعلاءِ کلمۃ اللہ کی توفیق اور جہادی خدمات سے نوازا ہے۔

2۔ اگر عسکری قوت ہی کافی ہوتی تو آج امریکہ ناکامی کے تلوے نہ چاٹ رہا ہوتا، اگر مر مٹنے کا جذبہ ہی کامیابی دلانے کے لیے کافی ہوتا تو روسیوں کی دلیری رائیگاں نہ جاتی، اگر عوامی حمایت سے کام چلایا جاسکتا تو آج بھی دنیا بھر میں تناسب کے لحاظ سے باطل نواز زیادہ ہیں، تو انہیں کامل فتح کیوں نصیب نہیں ہوئی؟ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر عاجزی پیدا کریں اور کامیابیوں پر اترانے کی بجائے خدائے تعالیٰ سے مزید رحم کے طلبگار ہوں۔

3۔ ہمیں اپنی حالت پر غرور کرنے اور دشمن کو حقیر سمجھنے کی بجائے پہلے سے زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ موجودہ حالات میں اپنا محاسبہ اور دشمن کی چالوں سے خبردار رہنا انتہائی اہم اس لیے بھی ہے کہ یہ وقت جہادی ثمرات کو سمیٹنے اور مجاہدین کی قوت کو محفوظ رکھنے کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کامیابی کے زعم میں مبتلاء ہو کر دشمن کی چالوں سے تساہل برت لیں اور رازداری اور خیر خواہی جیسی اہم ہدایات سے روگردانی کر بیٹھیں، اگر ایسا ہوا تو مسلمان انتہائی نقصانات سے دوچار ہوسکتے ہیں۔

4۔ ہمیں جہادی خدمات کو عام کرنے میں مصروف ہر فورم کی معاونت اور ترقی کے بارے میں دعاگو رہنا ہوگا۔ اور ہمیشہ اپنی نشریات میں مجاہدین کی مرکزی پالیسی اور امارت کے نقطہ ء نظر کو فوقیت دینا ہم پر لازم ہے، تاکہ دشمن کے پھیلائے ہوئے اس تاثر کا سدباب ہو کہ مجاہدین عدم اتفاق یا باہمی انتشار کا شکار ہیں۔ ہمیں دنیا کو یہ باور کرانا ہے کہ مجاہدین محض چند ٹولیوں پر مشتمل کسی لڑاکا گروہ کا نام نہیں بلکہ ایک امیر کی فرماں برداری میں برسرِپیکار شرق و غرب میں پھیلے ہوئی دین کے تحفظ و بقاء کے لیے صفِ آراء مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت کا نام ہے۔

5۔ دشمن چاہتا ہے کہ اہلِ رباط میں پھوٹ پڑ جائے اور اسلامی نظام خصوصاً "امارتِ اسلامیہ افغانستان" کا قیام ناممکن بنادیا جائے۔ اس کے لیے اس نے اندرونی و بیرونی سازشوں کے انبار لگادیے ہیں، اور سب سے بڑی سازش مجاہدین میں نااتفاقی کا بیج بونا ہے۔ اس نااتفاقی سے نجات کے لیے ازحد ضروری ہے کہ ہم اطاعتِ امیر کو حرزِ جان بنائیں، اپنے قلوب کو مال و منصب کی ہوس سے پاک رکھیں اور مادی منفعتوں کے حصول یا ذاتی وجاہتوں کی تگ و دو میں لگ جانے سے ہر ممکن اجتناب کریں اور مسلکی فرقہ بندیوں اور اختلافات کے بارے میں حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کریں۔ اگر ہم ہر کام انفرادی رائے کی بجائے اہل افراد کی باہمی مشاورت سے کریں اور اختلاف رائے کی صورت میں امیر کے حکم کو شریعت کا حکم جانتے ہوئے اس کے آگے سرِ تسلیم خم کریں تو کوئی طاقت ہمیں راہِ راست سے نہیں ہٹا سکتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"اپنی انفرادی رائے میں کوئی کامیاب نہیں ہوا اور مشورہ کے بعد کوئی ناکام نہیں ہوا۔(بیہقی)" اور مشورہ میں بھی اہلِ تقویٰ، مجاہدین سے حقیقی محبت رکھنے والوں اور تجربہ کار افراد کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ان شاءاللہ دشمن کی سازشیں ناکام ہوں گی اور مجاہدین میں اتفاق عام ہو گا۔

6۔ کسی بھی امر، شخصیت، جماعت یا عمومی صورتحال پر رائے زنی کرتے ہوئے ذاتی تبصروں اور من چاہی ترجیحات کو آیینہ دار بنانے کی بجائے شرعی احکامات اور مجاہدین کی ترجیحات کو مدنظر رکھنا چاہیے۔امراء کی جانب سے جاری کردہ ہدایات اور مقررہ کردہ حدود وقیود سے سرِ مو انحراف نہیں ہونا چاہیے۔ کیا معلوم کہ ہماری چھوٹی سی لغزش کسی بڑی خرابی کا پیش خیمہ ثابت ہو جائے۔اگر ہم خود رائی میں مبتلاء ہو کر اجتماعی مصالح کو نظرانداز کر بیٹھے تو بہت سے مقاصدِ شرعیہ فوت ہو سکتے ہیں اور ابتلاء کا دور مزید طویل ہو سکتا ہے۔

7۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں تمام معاملات میں صبر واستقلال کا دامن ہر گز ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہیے اور جہاں تک ہو سکے مجاہدینِ اسلام کے ساتھ ہمدردی وتعاون کے فروغ کے لیے محنت کرنا ہماری بنیادی ذمہ داریوں میں ہے۔اگر ہم فتح کے نشے میں سرشار ہو کر ظاہری آسائشیں سمیٹنے میں لگ گئے تو کفار پھر سے حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ ہمیں راحت کے دنوں میں مصائب کے ایّام نہیں بھولنے چاہئیں،اور یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ جنگ ختم ہو چکی ہے۔ کفر کا غرور نیچا کرنے وراس کی کھوپڑی میں سمائے ہوئے تکبر کا بت پاش پاش کرنے کے لیے ابھی مزید محنت درکار ہے،اور جنگ تو عالمِ کفر کی کمر اچھی طرح ٹوٹ جانے اور اسلام کا جھنڈا سربلند ہونے سے ہی تھمے گی۔

8۔ دیکھا جائے تو آج جہادی قوتیں پہلے سے زیادہ تعاون کی محتاج ہیں، کیوں کہ جہاں انھیں دفاعِ اسلام کا معرکہ درپیش ہے وہیں ان کے لیے اپنے وطن کی تعمیرِ نو بھی اہم مسئلہ ہے،ایک طرف زخمیوں اور دشمن کے ہاتھوں قید بے گناہ مسلمانوں کا معاملہ ہے تو دوسری طرف شہداء ومجاہدین کے اہلِ خانہ کے خیال کی فکر نے انھیں گھیرا ہوا ہے۔ اسی طرح معاشی ترقی، سماجی فلاح وبہبود اور تعلیم و تعلم کا انتظام جیسے اہم ترین عوامل بھی بھرپور توجہ کے محتاج ہیں۔یہ سب امور اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہم خوب محنت ولگن سے فریضہء جہاد کی آبیاری اور دینِ اسلام کی طرفداری میں مگن اللہ کے شیروں سے تعاون کو یقینی بنائیں۔ان شاءاللہ اللہ جلّ جلالہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین غالب آکر ہی رہے گا۔اس سلسلے میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کی طرف سے مختلف شعبوں کے لیے مقرر کردہ کمیشنز کی خدمات کو الگ الگ عام کرنا چاہیے اور لوگوں کو باور کرانا چاہیے کہ ان کی تعاون کی اشد ضرورت ہے، تاکہ اس کار خیر میں عوام الناس کی شرکت یقینی بنائی جاسکے۔

9۔ آخری بات یہ ہے کہ باطل کے ساتھ معرکہ آراءاس پر آشوب دور میں اگر کسی ساتھی کے ساتھ کوئی اونچ نیچ ہو جاتی ہے، کوئی عدم توجہی کا شکار ہو جاتا ہے، کسی کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے یا پیچھے رکھا جاتا ہے،اور کسی کی حق تلفی ہو جاتی ہے تو ان سب تکالیف کے باوجود اگر وہ جہاد میں عملاً شریک ہے، اسے اسلامی نظام کے قیام کے لیے جاری کوششوں میں خدمات سرانجام دینے کا موقع مل رہا ہے اور مجاہدین کا کسی بھی درجے میں ایک جزء ہے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ خیر کا معاملہ ہو رہا ہے۔ اگر وہ ان تکالیف پر صبر کرے گا اور بدگمانی سے بچے گا تو ان شاءاللہ پروردگار کے ہاں اسے خوب اجر تو ملے گا ہی، دنیا میں بھی اس کی بہترین جزاء ملے گی۔ خصوصاً بہادری کی شاندار تاریخیں رقم کرنے والی افغان قوم کو اس سلسلے میں جس فراخدلی کا مظاہرہ کرنے کی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی، اس بات کو گہرائی میں جاکر سمجھنے کے لیے غزوہ حنین کے موقع پر پیش آمدہ ایک واقعہ کا تذکرہ انتہائی مناسب ہو گا، یہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ:

"جب غزوہ حنین وغیرہ سے فراغت ہو گئی اور غنائم تقسیم کرنے کا موقع آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قریش کو خوب نوازا، جبکہ ان کے مقابلے میں انصار جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار تھے کو معمول کے مطابق حصہ ملا،اس پر انصار کے دل میں رنج وملال پیدا ہوا اور دوسروں کے اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی وجہ سے انہوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں انصار کی اس حالت کی اطلاع موصول ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہو گئے اور انصار کو طلب فرمایا، جب ساداتِ انصار جمع ہوئے تو (باہم گفت وشنید کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا وہ مختصراً کچھ یوں ہے:

اے گروہِ انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟

دوسری جگہ یہ ارشاد بھی مذکور ہے کہ:

تم میرے بعد عنقریب خود پسندی دیکھو گے، پس صبر کرو یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے ملو۔ تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے جو صنعا اور عمان کے درمیان علاقے کی طرح ہے،اور اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔((اے اللہ انصار پر ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر بھی رحم فرما۔)) پس (یہ سن کر) انصار رو پڑے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں، اور وہ کہنے لگے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس تقسیم وحصے پر راضی ہیں۔"

بقیہ صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمالیں۔

جنگی جرائم

{مارچ 2013}

تحریر: سید سعید

3مارچ کو اسٹریلیائی فوجیوں نے اعتراف کیا کہ صوبہ روزگان میں دو معصوم بچوں کو جن کی عمریں سات سال سے کم تھیں شہید کیا۔

6مارچ کو اتحادیوں نے صوبہ پکتیا ضلع گردہ چیڑی کے دروڑ کے علاقے میں چھاپہ مارا گھر گھر کی تلاشی لی، مالی نقصان پہنچانے کے علاوہ ایک گھر کے تین افراد کو شہید کر دیا۔

6مارچ کو قابض افواج نے صوبہ روزگان ضلع دہراود میں مقامی بستیوں پر چھاپہ مارا عینی شاہد انور نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ غیر ملکی فوجیوں نے 600افراد کو حاجی رشید نامی ایک شخص کے گھر میں دو دن تک قید کر رکھا انہیں نماز پڑھنے کی اجازت تھی اور نہ ہی کھانے پینے کا انتظام تھا۔

6مارچ کو صوبہ قندوز ضلع دشت ارچی میں شہید عبدالواحد سکول کے قریب قومی لشکر کے کمانڈر زلمی نے دو افراد کو زخمی کیا۔

7مارچ کو صوبہ کاپیسا ضلع کوہ بند کے سنجین درہ میں قومی لشکر کے اہلکاروں نے عام لوگوں پر تشدد کیا اور سات افراد کو زخمی کر دیا اور پھر چھ گھروں کو نذر آتش کر کے جلادیا۔

9مارچ کو قابض افواج نے صوبہ ننگرہار ضلع سپین غر کے شڈل بازار پر فضائی حملہ کیا جس کے نتیجے میں ایک ملکی شہری شہید اور 19زخمی ہوئے۔

9مارچ کو صوبہ فراہ ضلع خاک سفید کے درنج علاقے میں جاسوسی طیارے کے مزائل حملے میں امام مسجد سید عظیم آغا شہید ہوئے۔

10مارچ کو صوبہ روزگان ضلع چنارتو کے لنگریز علاقے میں اتحادیوں کے چھاپے میں دو شہری شہید ہوئے۔

11مارچ کو قابض افواج نے صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے عبداللہ کلا کے علاقے میں چھاپہ مارا اور دو افراد کو حراست میں لیا۔

11مارچ کو غیر ملکی فوجیوں نے کابل کے ضلع قرہ باغ میں پسنجر گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں دو افراد شہید اور ایک زخمی ہوا۔

11مارچ کو اتحادیوں نے صوبہ ہرات ضلع شنڈنڈ کے زیر کوہ علاقے میں چھاپے کے دوران ایک شہری کو شہید کیا۔

14مارچ کو صوبہ پکتیا ضلع تروے کے نواح میں افغان فورسز نے چھاپے کے دوران 15افراد کو گرفتار کر لیا۔

15مارچ کو صوبہ ہلمند ضلع نوزاد کے ماماکاریز کے علاقے میں دو شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

16مارچ کو پکتیا ضلع کے ترخہ گاؤں میں افغان فوجیوں نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور دو کو گرفتار کر لیا۔

18مارچ کو قندہار ضلع شاولی کوٹ کے زندی گاؤں پر امریکی بمباری میں ایک شہری شہید ہوا۔

19مارچ کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ ترخہ ناور کے علاقے میں افغان فوجیوں نے چار افراد کو شہید کر دیا۔

20مارچ کو صوبہ ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے کنجک علاقے میں افغان اہلکاروں نے بیس شہریوں کو شہید اور متعدد کو زخمی کر دیا۔ یہ واقعہ اس کے بعد پیش آیا کہ جب خاکسار اور احسان اللہ کی سربراہی میں افغان فوجیوں نے ایک مسجد میں قرآن پاک کی بے حرمتی کی اور لوگوں نے ان کے خلاف مظاہرہ کیا تو افغان فوجیوں نے ان پر اندھادھند فائرنگ کر دی اس واقعے کی تائید صوبائی حکومت نے بھی کی۔

21مارچ کو صوبہ غزنی کے ضلع مقر کے ہستی علاقے میں عبدالواحد اور جمال الدین کی لاشیں ملیں ان کو مقامی ملیشیا نے اغواء کیا تھا۔

22مارچ کو صوبہ لغمان ضلع علینگار کے پڑا علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے دو معصوم بچے شہید ہوئے۔

24مارچ کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے عزیز آباد علاقے میں ہرات، قندہار کی شاہراہ پر افغان فوجیوں نے 12 سالہ بچے پر فائرنگ کر کے شہید کر دیا جس کے خلاف شہریوں نے مظاہرہ کیا جس پر افغان فوجیوں نے اندھادھند فائرنگ کر کے مزید سات افراد کو زخمی کر دیا۔

27مارچ کو ذرائع ابلاغ نے خبر شائع کی کہ صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے سجاوند علاقے میں افغان اور اتحادی افواج کے مشترکہ آپریشن میں 20سے زائد شہری شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔ میڈیا نے عینی شاہدین کے حوالے سے خبر شائع کی۔۔۔۔۔۔ بقیہ صفحہ نمبر 13 پر ملاحظہ فرمالیں۔

گزشتہ مارچ میں افغانستان

احمد فارسی

بہار کی تازہ نسیم سحری کے چلتے ہی محاذوں کی گرمی پھر سے لوٹ آئی ہے۔ گزشتہ سال امارت اسلامیہ افغانستان نے اپنے نئے آپریشن کو الفاروق کا نام دیا تھا جس میں بہت زیادہ کامیابیاں ملیں۔ اگرچہ اب تک تادم تحریر امارت اسلامیہ نے اپنے بہار سے شروع ہونے والی نئی کارروائیوں کو نیا نام نہیں دیا مگر پھر بھی صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے مزدوروں کو موسم بدلنے کے ساتھ ہی شدید نقصانات اٹھانے ہیں۔ مارچ کا مہینہ بھی گذشتہ مہینوں کی طرح صلیبی جارحیت پسندوں پر انتہائی سخت اور مشکلات سے بھرپور رہا۔ ان میں سے دشمن کے جانی ومالی نقصانات، کرزئی کی دماغی تکلیف اور اس کے نتائج مفصل طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے جانی نقصانات:

صلیبی جارحیت پسندوں کو مارچ 2013 کے مہینے میں سخت جانی نقصانات پہنچے ہیں۔ مگر وہی وجوہات جن کا پہلے بھی بار بار اعادہ کیا گیا ہے یہاں بھی انہیں وجوہات کے باعث حقیقی اعداد و شمار کا اعتراف نہیں کیا گیا۔ اس ماہ کے دوران صلیبی جارحیت پسندوں کو جانی ومالی نقصانات کے علاوہ دشمن کے ساتھ آمنے سامنے معرکوں، گوریلا حملوں اور دشمن کے گرنے والے ہیلی کاپٹروں میں ہلاک اور زخمی ہونے والے فوجیوں کی تعداد قابل ذکر ہے۔

یہ جو کچھ مشت نمونہ از خروارے کے طور پر ہمارے سامنے یہ اس بات کی گواہی ہے کہ جارحیت پسند ہر وقت اپنی عادت کے مطابق اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اپنے نقصانات چھپائے رکھیں۔ اس حوالے سے آپ کی توجہ صوبہ میدان وردگ ضلع جلریز کے واقعے کی جانب توجہ مبذول کرائیں گے۔ 11 مارچ بروز پیر ایک مجاہد نے اربکیوں میں نفوذ کے بعد ان کی صفوں میں رہتے ہوئے صلیبی جارحیت پسندوں پر فائرنگ کی جس میں 22 افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ مگر دشمن نے صرف 2 افراد کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

اس ماہ کے دوران صلیبی جارحیت پسندوں نے اپنے 16 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ جن میں 14 امریکی اور 2 دیگر افراد شامل ہیں۔ اس طرح 2013 میں ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد جن کا باقاعدہ اعتراف کیا گیا ہے 25 ہوگئی۔ اور گذشتہ دہائی میں ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد جن کا اعتراف کیا گیا ہے 3274 تک پہنچ گئی ہے۔

اس کے علاوہ ہزاروں فوجی زخمی، دائمی معذور اور ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہوچکے ہیں۔ اس کا نمونہ وہ فوجی ہیں جنہیں روزانہ اپنے ممالک بھیجا جاتا ہے جن میں اکثریت وہ ہیں جو افغانستان کی جنگ میں سخت دباو کا شکار ہونے کے باعث خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔

مالی نقصانات:

مارچ کے مہینے کے دوران صلیبی جارحیت پسندوں کو شدید مالی نقصانات اٹھانے پڑے۔ جس میں سینکڑوں کی تعداد نقل اور حمل کے ذرائع، ٹینکرز، ٹینکس اور دو ہیلی کاپٹر مجاہدین کے حملوں میں گر کر تباہ ہوگئے۔

12 مارچ بروز منگل قندہار کے ضلع دامان میں صلیبی جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر گر گیا۔ طیارے میں موجود تمام لوگ ہلاک ہوگئے۔ جس میں دشمن نے صرف اپنے 5 افراد کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

اس طیارے کے گرنے کے چار دن بعد ایک اور طیارہ گر کر تباہ ہوگیا جس میں

صرف ایک کی ہلاکت اور ایک کے زخمی ہونے کا اعتراف کیا گیا۔ مذکورہ طیارہ 16 مارچ کو مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر گر گیا۔

نقصانات چھپانے کے پرانے طریقے اور نیا فیصلہ:

گذشتہ مہینے جب دشمن کے حقیقی نقصانات چھپانے اور مجاہدین کی کارروائیاں کم ظاہر کرنے کا جھوٹ افشاء ہوگیا تو صلیبی جارحیت پسندوں نے 5 مارچ بروز منگل اعلان کیا کہ اب طالبان کی کارروائیوں کی تعداد نشر نہ کی جائے۔ صلیبی جارحیت پسندوں نے گذشتہ گیارہ سالوں میں اب تک اپنے حقیقی اعداد وشمار دشمن نے ظاہر نہیں کیے۔ مگر اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب مزید کسی قسم کے نقصانات کی اشاعت نہ کی جائے تاکہ عالمی دنیا کو پتہ نہ چلے اور جنگ میں ہونے والے نقصانات کا علم کسی کو نہ ہوسکے۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات میں کمی اور اس کی حقیقت:

دشمن ہر وقت اس سوچ میں رہتا ہے کہ اپنے حقیقی نقصانات چھپادے۔ اس حوالے سے وہ اپنے مزدور اداروں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ 2 مارچ کو بروز ہفتہ کچھ ذرائع ابلاغ کی جانب سے یہ خبر نشر ہوئی جس میں کچھ کٹھ پتلی ذرائع ابلاغ جیسے پژواک وغیرہ نے اعلان کیا کہ صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات افغانستان میں بہت کم ہوگئے ہیں۔ جس سے مجاہدین کی شکست کا پتہ چلتاہے۔ مگر محمد حسن حقیار جو ایک سیاسی تجزیہ کار ہیں انہوں نے ایک پروگرام میں اس بات کی تردید کی اور کہا: اس جنگ کا ایک پہلو پروپیگنڈے کی جنگ ہے۔ صلیبی جارحیت پسند اپنے نقصانات بڑے پیمانے پر چھپاتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے اڈے داخلی فوجیوں کے حوالے کردیں۔ کابل کی مزدور حکومت کی وزارت دفاع کے ایک اعلان کے مطابق صلیبی جارحیت پسنوں کے نقصانات اب نیشنل آرمی کو اٹھانے پڑرہے ہیں۔

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات:

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات کا سلسلہ دن بدن طویل ہوتا جارہا ہے۔ ان کے ہاں جو اہم واقعات وقوع پذیر ہورہے ہیں ان کی تعداد گنتی سے بڑھ رہی ہے کابل انتظامیہ کی وزارت داخلہ نے 17 مارچ بروز پیر گذشتہ سال کے دوران 1800 پولیس کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ اس رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال پولیس کی ہلاکتوں میں ماضی کی بنسبت 15 فیصد اضافہ ہوا تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ گذشتہ سال کے دوران ہلاک ہونے والے پولیس کی تعداد اس تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہاں صرف وہ تعداد مذکور ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا اس کے علاوہ 31 مارچ بروز اتوار ایک انگریزی روزنامہ انڈیپینڈنٹ نے خبر دی کہ ہر ماہ 5 ہزار سے زیادہ نیشنل آرمی کے اہلکار اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ کر فرار ہورہے ہیں۔ خبر میں ہے کہ برطانوی حکام نے پولیس کی ڈیوٹیاں چھوڑ کر جانے والوں کی اس تعداد کی تعریف کی ہے۔ اور سروے کے مطابق نیشنل آرمی کے ہر دس میں سے تین اہلکار زخمی، قیدی یا ہلاک ہونے کے وجہ سے آپریشن کے دوران لسٹ سے حذف کیے جاتے ہیں۔

انڈیپینڈنٹ کی رپورٹ کے مطابق کہا جاتا ہے کہ برطانوی وزارت خارجہ نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ کابل حکومت کی پولیس اب بھی بدعنوانی میں ملوث ہیں۔ اور منشیات کا استعمال بھی ان میں عام ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق صلیبی جارحیت پسند کروڑوں ڈالر افغانستان میں اپنے فوجیوں کی ترقی کے لیے خرچ کررہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ 2014 سال کے آخر میں صلیبی جارحیت پسند جب افغانستان سے فرار ہوجائیں گے تو اس ملک میں سیکیورٹی کی ضمانت کے لیے اہم رول ادا کریں گے۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات اور مجاہدین کی کارروائیاں دشمن کی صفوں میں بہت بڑے پیمانے پر عام ہونے لگی ہیں۔ ملک کے شمالی صوبوں میں بھی کارروائیاں اپنے عروج پر ہیں۔ جس میں 6 مارچ بروز بدھ صوبہ بدخشان ضلع وردوج میں پولیس کی کانوائے پر مجاہدین کی کارروائیاں شامل ہیں۔ اس واقعے میں 16 سے زیادہ فوجی اور پولیس اور کئی زخمی ہوگئے ہیں جن کی صحیح گنتی معلوم نہ ہوسکی۔

23 مارچ بروز ہفتہ امارت اسلامیہ افغانستان نے اپنے ایک اعلامیے میں اسی صوبے میں 11 فوجیوں کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ کابل حکومت نے پہلے اس واقعے کی تصدیق سے انکار کردیا تھا مگر اگلے دن قول اردو کے کمانڈر شاہین نے ملک کے شمال میں اپنے اہلکاروں کی گرفتاری کی تصدیق کردی۔ اور کہا کہ انہوں نے اپنے اہلکاروں کی رہائی کے لیے مجاہدین سے مذاکرات شروع کردیے ہیں۔ مگر امارت اسلامیہ نے مذاکرت سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

7 مارچ کو ہرات ضلع کوہسان کے ڈسٹرکٹ انچارج بہادر مجاہدین کے حملے میں مارا گیا۔ دوسری طرف کابل حکومت نے اس ہلاکت کا اعتراف کیا اور اسے ایک ٹریفک حادثہ قرار دیا۔

11مارچ کو میدان وردگ کے ضلع جلریز میں ایک مجاہد نے حملہ کر کے 22امریکی غاصبوں اور 9مزدور فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ جس میں پولیس کمانڈر اور کمانڈو پولیس کا ایک سربراہ شامل ہے۔ یہ حملہ اس وقت ہوا جب ایک اجلاس میں صلیبی جارحیت پسند اور اس کے مزدور اربکی مجاہدین پر حملے کی منصوبہ بندی کررہے تھے۔ یاد رہے یہ مجاہد جس نے حملہ کیا ایک عرصے سے اربکیوں کی صف میں گھسا ہوا تھا اور مناسب موقع کی انتظار میں تھا۔ اور انکے درمیان رہتے ہوئے ان کے خلاف حملے کا منصوبہ ترتیب دے رہا تھا۔

13مارچ بروز بدھ بھی اہم واقعات وقوع پذیر ہوئے جس میں قندہار ضلع پنجوائی میں اربکیوں کا ایک کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ قندوز ضلع امام صیب میں پولیس کمانڈر اپنے چار گن مینوں اور ایک ملازم سمیت ہلاک ہوگیا۔

17مارچ بروز اتوار صوبہ خوست میں صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے ساتھیوں سے نفرت کی وجہ سے ایک پولیس اہلکار دشمن کی صفوں میں اپنے کمانڈر کو ہلاک کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی روز امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین نے صوبہ بدخشان ضلع میں مزدور حکومت کے فوجیوں پر وسیع آپریشن کیا۔ مگر کابل حکومت نے بعد ازاں دعوی کیا کہ اس کارروائی میں مجاہدین کو سخت نقصانات پہنچے ہیں۔ دوسری طرف 24مارچ بروز اتوار قول اردو کے کمانڈر شاہین نے اپنے فوجیوں کی گرفتاری کی خبر کو درست قرار دیا اور گرفتار ہونے والے فوجیوں کی تعداد 12 بتائی۔

جنگ کے اختتام پر مزدور حکومت کے فوجیوں کا منصوبہ تھا کہ مجاہدین پر حملہ کریں۔ اسی وقت ان کا سامنا اچانک مجاہدین کے ایک گات حملے سے ہوا جس میں کم از کم 20 پولیس اور فوجی ہلاک اور 10 شدید زخمی ہوگئے۔

19مارچ بروز منگل امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین نے صوبہ پروان ضلع شینوار میں ایک پولیس کو ہلاک کیا اور پانچ میل اسلحہ دو وائرلیس سیٹ غنیمت میں حاصل کیے۔ اس کے اگلے روز قندوز کے ضلع معروف میں ایک باضمیر افغان فوجی نے فائرنگ کر کے اپنے کمانڈر اور دو دیگر فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور اپنے اسلحہ سمیت فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔

دشمن کی صفوں میں ہلاکتوں کے واقعات کے سلسلے میں 19مارچ بروز منگل صوبہ ہرات ضلع دلارام میں ایک کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ اس کے اگلے روز صوبہ خوست جیل کا انچارج بھی مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔ اسی روز ذرائع ابلاغ نے پکتیا ضلع ارگون میں ایک فوجی کی فائرنگ سے 16 امریکی ہلاک ہوئے۔

21مارچ بروز جمعرات صوبہ تخار ضلع اشکمش کے ضلعی کمشنر بھی اپنے چند دیگر اہلکاروں سمیت ہلاک ہوگیا۔ اسی روز صوبہ بادغیس ضلع مقر میں اربکیوں کی صف میں موجود ایک مجاہد نے 5 دیگر اربکیوں کے سر کاٹ دیے۔ جن کا اسلحہ اور دیگر وسائل مجاہدین تک پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔

عوام کو اذیتیں اور نقصانات:

افغانستان کے مظلوم عوام گذشتہ گیارہ برسوں سے دن رات صلیبی جارحیت پسندوں کی اذیتوں کے شکار ہیں۔ 2مارچ بروز ہفتہ وحشی آسٹریلیائی فوجیوں نے صوبہ اروزگان کے ایک ضلع میں 2 بچوں کو شہید کر دیا اور اس کے اگلے دن معافی مانگی۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ بے گناہ افغانوں کے قتل کا جرم صلیبی جارحیت پسندوں کو صرف ایک معافی مانگنے سے معاف ہوجاتا ہے دوسری طرف صلیبی جارحیت پسندوں کے قاتل ہیں جنہیں رشوت خور ججوں کی جانب سے پھانسی کی سزا دی جاتی ہے۔ کیا انصاف اسی کا نام ہے؟

صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب نہ صرف عوام کو اذیتیں اور مظالم دی جاتی ہیں بلکہ یونیورسٹیوں کے طلبہ بھی انتہائی مشکلات کا شکار ہیں۔ 4مارچ بروز پیر ننگرہار یونیورسٹی کے طلبہ ایک بار پھر جمع ہوئے اور کابل حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کے 23 طلبہ ساتھی مختلف الزامات میں پولیس اور نیٹو کی قید میں ہیں انہیں آزاد کر دیا جائے۔

اس واقعے کے اگلے روز ایک مشترکہ کمیشن صوبہ میدان وردگ بھیجا گیا جہاں کے لوگ گذشتہ چند مہینوں سے امریکی فوجیوں کی جانب سے سخت اذیتوں کا شکار ہیں۔ گذشتہ گیارہ سالوں سے جو لوگ صلیبیوں کے طرح طرح کے مظالم کا شکار ہیں کابل انتظامیہ صرف ایک کمیشن ان علاقوں میں بھیج کر خود کو عہدہ برآ سمجھ بیٹھتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس کمیشن کے ذریعے یہ لوگ افغان عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے جب بھی کمیشن کی رپورٹ بن جاتی ہے اسے چھپا کر غائب کر دیا جاتا ہے اور اگر سامنے آتی بھی ہے تو کوئی اسے قابل اعتناء ہی نہیں سمجھتا۔ اور انتہائی ڈھٹائی سے کچرہ دان کے نذر کر دیا جاتا ہے۔

وردگ کے مظلوم عوام کو کمیشن کے فیصلے کا انتظار تھا کہ 3مارچ بروز ہفتہ امریکی

وزیر دفاع نے کہا کہ وردگ سے انخلاء کے متعلق کرزئی سے اتفاق ہو جائیگا۔ کرزئی کے فرمان کے مطابق جس نے کہا تھا کہ امریکی فوجیوں کو وردگ سے نکلنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ امریکا نے کرزئی کے اس مطالبے کو پروپیگنڈا قرار دیا۔ اور کہا ایسا ہونا ناممکن ہے۔ گذشتہ مہینے تک وردگ میں امریکی فوج کی موجودگی کرزئی کے مطالبے کی تردید ہے۔ بعدازاں ایک ماہ کے بعد کرزئی نے اپنے صلیبی آقاوں سے درخواست کی کہ دو ہفتوں میں وردگ کا صوبہ خالی کردیں۔

20مارچ بروز بدھ صلیبیوں نے اعلان کیا کہ صوبہ وردگ کے مسئلے کے متعلق اتفاق ہو گیا۔ اس حوالے سے ایک اعلامیہ بھی نشر کیا گیا جس میں امریکی فوجوں کی صوبہ وردگ سے تدریجی انخلاء کا فیصلہ کیا گیا تھا پہلے ضلع نرخ اور پھر دیگر اضلاع سے انخلاء ہوگا۔ لیکن اعلامیہ میں یہ نہیں کہا گیا کہ یہ انخلاء کب سے شروع ہوگا۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ امریکی نہیں چاہتے کہ یہ علاقہ خالی چھوڑدیں۔ مگر اعلان اس لیے کیا کہ اپنے کٹھ پتلی کرزئی کی کٹی ناک کی جگہ موم کی ناک جمائی جائے۔

صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب نہ صرف عوام کو اذیتیں اور مظالم دی جاتی ہیں بلکہ یونیورسٹیوں کے طلبہ بھی انتہائی مشکلات کا شکار ہیں۔ 4مارچ بروز پیر ننگرہار یونیورسٹی کے طلبہ ایک بار پھر جمع ہوئے اور کابل حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کے 23 طلبہ ساتھی مختلف الزامات میں پولیس اور نیٹو کی قید میں ہیں انہیں آزاد کردیا جائے۔

امریکا نے جارحیت کے آغاز سے اب تک غلام کرزئی اور اس کے کسی فرمان کو اہمیت نہ دی اور امریکیوں کے ہاں کرزئی کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہاں مثال کے طور پر اس کا ذکر کیا جاسکتا ہے: گذشتہ ماہ کرزئی نے اپنے غلام ادارے کو ہدایت کی کہ آپریشن کرتے وقت خارجی قوتوں سے فضائی مدد نہ طلب کی جائے تاکہ عوامی نقصانات کے واقعات وقوع پذیر نہ ہوں۔ دوسری طرف رپورٹوں کے مطابق کرزئی کے فرمان کے بعد ننگرہار ضلع چپن میں خارجی جارحیت پسندوں نے فضائی بمباری میں 38 عام افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب 3 مارچ بروز اتوار مجاہدین کے حملوں میں خارجی فوج بھاری نقصانات سے دوچار ہوئی صلیبی جارحیت پسندوں نے اپنا انتقام مجاہدین کے بجائے عوام سے لیا۔ ایک غیر ملکی اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ مجاہدین کے حملے میں 3 غیر ملکی فوجی ہلاک ہوگئے جس کا دشمن نے اعتراف نہیں کیا۔ عینی شاہدین کے مطابق اس اندھی بمباری میں 15 سے زیادہ عوام شہید ہوگئے۔

اسی روز صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے شہریوں نے صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب سے ان کے گھروں پر ہونے والے آپریشن اور 3 عام افراد کی شہادت کی اطلاع دی۔ اور بتایا کہ آپریشن کے بعد صلیبی جارحیت پسند 9 عام افراد کو اپنے ساتھ اپنے کیمپوں میں لے گئے۔

61مارچ ہفتہ کی ایک اور خبر کے مطابق صلیبی جارحیت پسندوں نے ہلمند ضلع واشیر کے لوگوں کی شوری میں 3 افراد کو گرفتار کرکے اپنے کیمپ لے گئے ہیں۔ صلیبی جارحیت پسند نہ صرف بے گناہ افغانوں کو اذیتیں پہنچاتی ہیں بلکہ اپنے کٹھ پتلیوں پر مظالم روا رکھنے سے بھی دریغ نہیں کرتے جس کی مثال اس عوامی شوری کے تین ارکان کی گرفتاری ہے جو صلیبیوں کے حامی تھے۔ جارحیت پر خوش تھے پھر بھی اپنے آقاوں کی جانب سے انہیں اذیتیں دی جارہی ہیں۔

27مارچ بروز بدھ صلیبی جارحیت پسندوں نے اپنے داخلی کٹھ پتلیوں کے تعاون سے صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے مختلف علاقوں میں سخت آپریشن شروع کیا ہے جس کے نتیجے میں صلیبی جارحیت پسند اندھی بمباری کرکے درجنوں عام لوگوں کو شہید کررہے ہیں۔ اس ضلع کے ڈسٹرکٹ کمشنر سمیت 7 عام افراد شہید ہوچکے ہیں۔

اسی روز اربکیوں نے صوبہ پروان ضلع شینواری میں ایک بے گناہ فرد پر حملہ کیا۔ اربکیوں نے انہیں چیک پوسٹ کے پاس سے گذرتے ہوئے ان پر فائرنگ کرکے انہیں شہید کردیا۔

عام افراد کی اذیت اور صلیبی جارحیت پسندوں سے عوامی نفرت کے باعث 28مارچ بروز جمعرات خبر رساں ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس نے صوبہ ننگرہار ضلع حصارک میں دشمن کے ڈرون حملوں کے باعث بڑی تعداد میں لوگوں کی نقل مکانی کی خبر دی۔ رپورٹ کے مطابق اس علاقے کے لوگ دشمن کے ڈرون حملوں کی پروازوں کے باعث انتہائی خوف کا شکار ہیں۔ صرف ایک گاوں میں 3 گھنٹوں میں اتنی بمباری کی گی کہ ایک اسکول سمیت پورا گاوں علاقے سے ہجرت پر مجبور ہوگیا۔ جارحیت پسندوں کے بقول 2012ء میں 506 ڈرون حملے افغانستان میں ہوئیں۔ یہ تعداد اس تعداد کے دوگنا ہے جو 2011 میں ہوئے

30مارچ بروز ہفتہ صوبہ غزنی میں دشمن کی بمباری میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ غزنی میں کرزئی حکومت کے حکام نے اس واقعے کو صلیبی آقاوں کا ایک فضائی حملہ تسلیم کیا اور مزید کہا کہ یہ حملہ ایک گاڑی پر ہوا جس میں 2 عام افراد شہید اور 7 زخمی ہوگئے۔ دوسری طرف صوبہ غزنی کے ہسپتالوں کے ذمہ

صلیبی جارحیت پسندوں اوران کے کٹھ پتلی اداروں سے بیزاری کا سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے اس لیے 2مارچ بروز ہفتہ صوبہ لوگر کے شہریوں نے صوبے کے مرکز میں کرزئی حکومت اوراس کے اہلکاروں کے کرپشن اور بدعنوانی کے خلاف ریلیاں نکالیں اوران سے شکایات کیں۔ان آخری ایام میں ملک کے ہر گوشے میں اتحادیوں اوران کے کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں عوام پر مظالم میں اضافہ ہورہا ہے۔دوسری طرف کابل حکومت کرپشن اوراخلاقی فساد میں انتہاؤں کو چھورہی ہے۔ اب کی بار کابل انتظامیہ ایسے اقدامات کا مرتکب ہوئی ہے جس سے کابل انتظامیہ عوام کی نفرت کا شکار ہوگئی ہے۔ان میں سے ایک قابل ذکر اقدام اعلیٰ تعلیم کی وزارت ہے جس نے یونیورسٹیوں میں داخلہ کے امتحان میں انتہائی درجے کی کرپشن اور بدعنوانی کا ارتکاب کیا۔پہلے ایسا ہوتا تھا کہ وہ لوگ کامیاب سمجھے جاتے جن کے پاس سفارش، تعلقات یا پیسے ہوتے مگر اب کی بار اس محکمے نے ایسا اقدام کیا ہے جس نے ہزاروں طلباء کو اپنا تعلیمی سفر جاری رکھنے سے محروم کررکھا ہے۔

داروں اور کارکنوں کے بقول گذشتہ چند دنوں میں بمباریوں میں علاج کے لیے آنے والے زخمیوں کی تعداد 25 تک پہنچ جاتی ہے۔

خارجی اور داخلی ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں کے مطابق گذشتہ ماہ کے دوران کل 77 ملکی افراد صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوچکے ہیں۔ 46 عام افراد بمباریوں میں زخمی اور معذور ہوچکے ہیں۔ جبکہ 87 افراد ان کے ہاتھوں جیلوں میں ہیں۔

صحافیوں سے بدسلوکی :

اوپر ہم نے عوام کے نقصانات اور طلباء پر ڈھائے جانے والے مظالم کا تذکرہ کیا اب ہم چاہتے ہیں صحافیوں کے حوالے سے بھی کچھ ذکر کریں۔وہ ذرائع ابلاغ جو جارحیت پسندوں کے مظالم اور بمباریوں کے خلاف آواز بلند کرکے دنیا تک اپنی پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں صلیبی دشمن اورانکے مزدوروں کی جانب سے ان سے بدسلوکی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔کرزئی نے گذشتہ فروری افغانستان کو صحافیوں کے امن وثبات کی جگہ قرار دیا اور انہیں اطمینان دلایا کہ آزادانہ طور پر حقائق دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مگر کابل انتظامیہ اچھی طرح جانتی ہے کہ گذشتہ ماہ کے دوران صحافیوں سے بدسلوکی کے واقعات میں ماضی کے بنسبت 12 فیصد اضافہ ہوا ہے۔جس کا ایک اہم واقعہ ننگرہار میں پیش آیا جہاں انہیں نیٹو افواج کی جانب سے سخت زدوکوب کیا گیا اوران کے کیمرے وغیرہ توڑ دیے گئے۔

جیلوں کے واقعات:

صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب سے جیلوں میں طرح طرح کے واقعات ظہور پذیر ہورہے ہیں مارپیٹ، مظالم اور مظالم کے نت نئے طریقے جن کا انسان پہلے تصور بھی نہیں کرسکتا تھا اس سے قبل۔ان واقعات میں چند کا ذکر مثال کے طور پر کریں گے۔ جو بگرام، قندہار، گوانتا مو، ابوغریب اور اس طرح کی دیگر جیلیں جہاں دشمن اور اس کے کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں اس طرح کے وحشیانہ واقعات روزروز وقوع پذیر ہوتے ہیں۔دوسری بات یہ کہ آج کل افغانستان میں جیلوں کا مسئلہ بہت گرم ہے۔ کرزئی نے بھی چند کاغذی فرامین اس سلسلے میں جاری کیے ہیں۔ مگر جو کچھ ان فرامین میں لکھا گیا تھا اس کے برعکس عملی طور پر ان جیلوں میں کچھ تبدیلی نہیں آئی بلکہ سختیوں میں اور اضافہ ہوتا جارہا ہے۔اس سلسلے میں 4مارچ بروز پیر بلند جیل کے کارکنوں کے خلاف مظاہرے کیے گئے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ یہ کارکن قیدیوں سے انتہائی برا سلوک کرتے ہیں جس میں 6 قیدی شدید زخمی ہیں۔قیدیوں نے اپنے حقوق کے حصول اور مظالم سے نجات کے لیے جیل کے دو کارکنوں کو قید بھی کرلیا تھا جنہیں مذاکرات کے بعد چھوڑ دیا گیا۔

اس واقعے کے بعد 7مارچ بروز جمعرات ذرائع ابلاغ نے اطلاع دی کہ کئی قیدی ایسے ہیں جنہیں عدالت نے برات دے دی ہے اس کے باوجود ناحق طور پر انہیں جیلوں میں رکھا گیا ہے اسکے ایک دن کے بعد کرزئی نے بگرام جیل میں بند قیدیوں کے متعلق ایک فرمان جاری کیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔کرزئی کا خیال تھا کہ ایک ہفتے کے بعد جیل کا چارج اسے سونپ دیا جائے گا اور وہ بے گناہ قیدیوں کو چھوڑ دیں گے۔اور حال یہ کہ ایک سال سے بگرام جیل کی کرزئی انتظامیہ کے حوالے کرنے کی باتیں جاری ہیں۔امریکا ہر وقت اپنے غلام کو جیل کا چارج دینے کے وعدے کرتا ہے مگر اب تک کوئی عملی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔ بجائے اس کے کہ جیل میں موجود بے گناہ قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے صلیبی فوجی روز مزید بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال رہے ہیں۔

کرزئی نے جب قیدیوں کے آزادی کی بات کی تو صلیبی جارحیت پسندوں نے 9مارچ بروز ہفتہ اعلان کیا کہ نامعلوم وجوہات کی بنیاد پر بگرام جیل کی کرزئی انتظامیہ کو حوالگی معطل کی گئی ہے۔12مارچ بروز منگل وہائٹ ہاوس نے اعلان کیا کہ کابل کی مزدور حکومت کو بگرام جیل کا چارج حوالہ کرنے کے متعلق بات

چیت جاری ہے۔بعدازاں 15 مارچ کوامریکانے اعلان کیا بگرام کی جیل میں کچھ بہت زیادہ خطرناک قیدی بھی ہیں۔اس لیے ممکن ہی نہیں اور کبھی بھی یہ قید کرزئی انتظامیہ کے حوالے نہیں کیا جائیگا۔بعدازاں 25 مارچ کو یہ جیل کرزئی انتظامیہ کے حوالے کی گئی مگراب تک یہ بات معلوم نہ کی جاسکے کہ اوپر ذکر کیے ہوئے سارے قیدی اس جیل میں ہیں یانہیں۔ بگرام صرف صلیبی جارحیت پسندوں کی ایک جیل نہیں بلکہ افغانستان میں کچھ اور بھی جیلیں ہیں جو برطانیہ سمیت صلیبی ممالک کی زیر نگران ہیں۔ جہاں بے گناہ عوام کو غیر قانونی طورپر گرفتار کیا جاتا ہے۔

جیلوں میں اذیت اور مظالم اور کرزئی کے مسلسل فرمانوں کے بعد یہ بات قابل ذکر ہے کہ اتوار 31 مارچ عوامی جرگے نے نیٹواور پولیس کی جانب سے عوام پر مظالم کے واقعات کی رپورٹنگ کی بھی کہا۔

ایک طرف جارحیت پسندوں کی جانب سے قیدیوں کی جیلوں میں ڈالنے اور اذیت دے کرمارنے کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے۔دوسری طرف بیرونی قوتیں جیلوں کا چارج افغانوں کے حوالے کرنے کوتیار نہیں ہیں۔31 مارچ کوکابل میں برطانوی سفارت خانے کی جانب سے نشرہونے والے اعلامیہ کے مطابق کہا گیا ہے کہ برطانیہ کوان مظالم کا علم ہے جو مسلم قیدیوں پر روا رکھے جاتے ہیں۔۔ برطانیہ کوقیدیوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہوسکی۔مگران آخری ایام میں چھپنے والے برطانوی روزنامہ اخبار نے لکھا ہے کہ درجنوں بے گناہ عوام ہلمند میں صلیبیوں کی جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں۔انسانی حقوق کی تنظیم کہتی ہے کہ صرف کابل نہیں وہ تمام جیلیں جو خارجی لوگوں کے چارج میں ہیں قیدیوں کو طرح طرح کی تکلفیں دی جاتی ہیں۔

نفرت اور بیزاری کا اظہار:

صلیبی جارحیت پسندوں اوران کے کٹھ پتلی اداروں سے بیزاری کا سلسلہ روز بروز بڑھ رہا ہے اس لیے 2 مارچ بروز ہفتہ صوبہ لوگر کے شہریوں نے صوبے کے مرکز میں کرزئی حکومت اوراس کے اہلکاروں کے کرپشن اوربدعنوانی کے خلاف ریلیاں نکالیں اوران سے شکایات کیں۔ان آخری ایام میں ملک کے ہر گوشے میں اتحادیوں اوران کے کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں عوام پر مظالم میں اضافہ ہورہا ہے ۔دوسری طرف کابل حکومت کرپشن اوراخلاقی فساد میں انتہاؤں کو چھورہی ہے۔ اب کی بار کابل انتظامیہ ایسے اقدامات کامرتکب ہوئی ہے جس سے کابل انتظامیہ عوام کی نفرت کا شکار ہوگئی ہے۔ان میں سے ایک قابل ذکراقدام اعلی تعلیم کی وزارت ہے جس نے یونیورسٹیوں میں داخلہ کے امتحان میں انتہائی درجے کی کرپشن اوربدعنوانی کاارتکاب کیا۔پہلے ایسا ہوتا تھا کہ وہ لوگ کامیاب سمجھے جاتے جن کے پاس سفارش،تعلقات یا پیسے ہوتے مگراب کی باراس محکمے نے ایسااقدام کیا ہے جس نے ہزاروں طلباء کواپنا تعلیمی سفر جاری رکھنے سے محروم کرر کھا ہے۔ نفرت اوربیزاری کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہیں۔ 27 مارچ بروزبدھ ننگرہار ضلع غنی خیل میں کم عمر نوجوان نے برچے سے صلیبی فوجیوں کی کانوائے میں ایک فوجی کوہلاک کردیا۔

صلیبی جارحیت پسندوں سے نفرت اوربیزاری کے اہم واقعات،دشمن کی صفوں میں گھس کر کارروائیاں اور مخالف فوجیوں کا ہتھیار ڈال کر مجاہدین سے ملنا امارت اسلامیہ افغانستان کی ایک اور بڑی کامیابی ہے جس کوذیل کے عنوانات میں تفصیل سے ذکرکریں گے۔

مجاہدین کی صف میں شمولیت:

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت کے سلسلے میں 16 مارچ بروز اتوار دشمن کے اعتراف کے مطابق ہرات ضلع رباط سنگی میں کم ازکم 8 سرحدی پولیس مجاہدین سے مل گئے۔

20 مارچ کو ننگرہار ضلع خوگیانو میں 3 حکومتی کمانڈر امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے مل گئے۔ خبر کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اس صوبے میں وزیر خیل اورروشان خیل قبائل کے 250 مسلح افراد مجاہدین سے مل گئے ہیں۔

22 مارچ کوصوبہ فراہ ضلع پشت رود کے گاؤں مسعود میں 21 پولیس اہلکار امارت اسلامیہ کے مجاہدین میں شامل ہوگئے۔

27 مارچ اروزگان اوراضلاع سے 66 افراد کابل انتظامیہ کے مختلف شعبوں سے الگ ہوکر 23 میل کلاشنکوف، 2 مشین گنوں، 1 راکٹ لانچر اور 4 موٹر سائیکلوں کے ساتھ امارت اسلامیہ سے مل گئے ہیں۔

خارجی اور داخلی ذرائع ابلاغ کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ مہینے کے دوران 324 افراد دشمن کی صفوں سے نکل کر مجاہدین میں شامل ہوگئے۔جن میں نیشنل آرمی،پولیس اورسرحدی محافظوں کے اہلکار شامل ہیں۔

الفاروق آپریشن اور مسلسل حملے:

جس طرح گذشتہ ایک سال سے الفاروق آپریشن مسلسل اور باقاعدگی سے جاری ہے اوراس میں قابل ذکر کامیابیاں مل رہی ہیں۔ان واقعات میں قابل ذکر واقعہ 5 مارچ بروز منگل پکتیکا ضلع گیان کا اہم واقعہ ہے۔امارت اسلامیہ کے مجاہدین

نے اتحادی افواج کی ایک کیمپ پر خطرناک حملہ کیا جس میں درجنوں صلیبی جارحیت پسند اوران کے غلام ہلاک اور زخمی ہوگئے۔اور کئی اسلحے اور اہم وسائل مجاہدین کے ہاتھوں غنیمت میں آگئے۔دشمن نے بعدازاں عمارت کی مکمل تباہی کا اعتراف کیا اور مزید کہا کہ نیشنل آرمی کا ایک اہلکار جو ضلع سے مرکز کی جانب جارہا تھا مجاہدین کے حملے کا نشانہ بن کر ہلاک ہوگیا۔

ان اہم واقعات میں ملک کے مرکز، کاپیسا ضلع تغاب اور ملک کے شمال میں کئی صلیبی جارحیت پسندوں کا قتل ایک اہم کامیابی ہے جنہیں ایک مجاہد نے دشمن کی صفوں میں گھس کر ہلاک کردیا۔یہ مجاہد دشمن کی صف میں شامل ہوکر کام کررہا تھا۔کئی صلیبی فوجیوں کی ہلاکت کے باوجود دشمن نے صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔دشمن کی صفوں میں گھس کر کارروائیاں جنہیں ایک خاص نام دیا گیا ہے گذشتہ ایک سال سے جاری ہیں جس سے دشمن سخت خوفزدہ اور پریشان ہے۔

12مارچ بروز منگل امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین نے بگرام ہوائی اڈے پر حملہ کیا جس میں دشمن کو بہت زیادہ جانی نقصانات اٹھانے پڑے۔اس حملے میں جانی ومالی نقصانات کے صحیح اعداد وشمار تاحال موصول نہ ہوسکے۔

اس کے اگلے روز جلال آباد شہر میں ایک سیکیورٹی ادارے کے دفتر پر مجاہدین کے حملے سے پورا شہر لرز کررہ گیا۔حالانکہ بتایا جاتا ہے کہ یہاں حفاظتی انتظامات بھی انتہائی سخت ہوتے ہیں۔

25مارچ کو اتوار اور پیر کی درمیانی رات ہلمند ضلع نادعلی میں مجاہدین نے ایک شدید حملہ کیا خارجی فوجیوں کے کیمپ پر جس میں درجنوں بیرونی فوجی ہلاک ہوگئے۔ صلیبی جارحیت پسندوں نے اپنے کئی فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا مگر تفصیلات بتانے سے گریز کیا۔

اس کے اگلے روز صوبہ ننگرہار میں خارجی فوجیوں کی ایک تربیتی کیمپ پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے استشہادی {فدائی} حملہ کیا جس میں افغانی کٹھ پتلیوں کے علاوہ ان کے مشاورین اور تربیت دینے والے اساتذہ بھی مارے گئے جن کے پاس اسرائیلی شہریت بھی تھی۔ حالیہ رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ اس حملے میں 50سے زیادہ داخلی اور خارجی دشمن ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوگئے ہیں۔

کرزئی کی صحت :

امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین کے ملک کے مختلف حصوں میں تابڑ توڑ حملوں نے کرزئی بیچارے کو ذہنی بیماری کا شکار بنادیا ہے۔کرزئی نے جب مجاہدین کی کامیابیاں اور اپنی حکومت کو ہونے والے نقصانات دیکھے تو اس کا دماغی توازن بگھڑ گیا۔اب کی بار اس نے پھر وہ پرانا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کردیا جو وہ ہر وقت دہراتا رہتا ہے کہ طالبان اب امریکہ سے مذاکرات کررہے ہیں اس لیے افغانستان میں کارروائیاں کررہے ہیں تاکہ خارجی فوجیوں کے یہاں رہنے کے لیے راہ ہموار کی جاسکے۔ یہ باتیں کرزئی نے کیں حالانکہ صرف ایک ماہ قبل کرزئی نے واشنگٹن کے دورے کے موقع پر اپنے صلیبی آقاوں سے درخواست کی تھی کہ کرزئی اور اس کے کٹھ پتلی حکومت کو تنہا نہ چھوڑا جائے اور ان سے ہر طرح تعاون کیا جائے۔کرزئی اپنے آقاوں کے ہر طرح کے مطالبات اور شرائط ماننے کو تیار ہوگا۔

11مارچ کو امریکا اور نیٹو نے اپنے کٹھ پتلی حکومت کی وضاحتوں کو مضحکہ خیز قرار دیا۔اس کے علاوہ کئی عسکری اور سیاسی تجزیہ کاروں نے بھی کرزئی کی فضول گوئیوں کو مضحکہ خیز قرار دیا۔اور کہا کہ کرزئی اپنے آقاوں سے مایوس ہوچکا ہے اس لیے اب یاوہ گوئی کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں رہا۔

سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق 13مارچ بروزبدھ کرزئی کے ترجمان نے ایک ریڈیو انٹرویو میں کہا کہ افغانستان اور امریکا کے درمیان حالات انتہائی خراب ہیں اور یہ دونوں ممالک آپس میں انتہائی اختلافات کا شکار ہیں۔اور کہا کہ امریکی کرزئی کی بات کو کچھ اہمیت نہیں دیتے۔اور یہی وجہ ہے کہ کرزئی کا غصہ چھنک رہا ہے اس نے یہ بھی کہا کہ کرزئی نے کئی مرتبہ امریکی آقاوں کو خفیہ طور پر بھی درخواستیں کی ہیں مگر افسوس امریکا کچھ بھی توجہ نہیں دے رہا۔

کرزئی اس پر بھی بس نہیں کیا انہیں دو دنوں میں ہلمند کے دورے پر گیا اور وہاں کہا کہ امریکا افغانستان کے معدنیات پر قابض ہے اور چاہتا ہے کہ افغانستان کے ذخائر اپنے قبضے میں لے لے

ہر کوئی صلیبیوں کے عزائم اور فریبوں سے خوب واقف ہے۔ بڑے تو کیا بچے بھی گیارہ سال پہلے جانتے تھے کہ کرزئی ایک کٹھ پتلی حکومت کا ایک مزدور صدر ہے۔اپنے آقاوں کے بارے میں اس نے ایک دن پہلے جو کچھ کہا ایک دن بعد جب اس کے دماغ میں واپس عقل لوٹ آئی تو اس نے سوچا ایسا نہ ہو کہ اس کے آقا اس سے ناراض ہوجائیں اور وہ اکیلا رہ جائے۔ کرزئی کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس کی باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا اور نہ صلیبیوں نے اس کی باتوں کو کچھ اہمیت دی۔تب اس نے ایک بار پھر اپنے آقاوں کو اپنا سٹریٹجک پارٹنر اور دوست کا خطاب دیا۔حالانکہ اس نے ایک دن قبل اپنے آقاوں کو افغانستان کے معدنی

ذخائر کا ڈاکو قرار دیا تھا۔ اور مزید کہا کہ ان کی باتوں کا پہلو تنقیدی نہیں اصلاحی تھا۔

ایک طرف کرزئی نے مجاہدین کی کارروائیوں کو افغانستان کے خارجی جارحیت پسندوں کی بقا کا سبب قرار دیا دوسری طرف 16 مارچ کو کہا کہ امریکی افغانستان میں اس لیے نہیں آئے کہ واپس چلے جائیں۔ کرزئی نے انتہائی بے شرمی سے اس تناؤ کو جو اس کے اور امریکا کے تعلقات میں آیا ہے اسے میڈیا کا پروپیگنڈا قرار دیا۔ اور مزید کہا کہ میں بھی کبھی کبھی ایسی بات کرتا ہوں کہ ہم آپس میں اختلافات رکھتے ہیں۔ کابل انتظامیہ نے اس پر بس نہ کیا بلکہ کرزئی کے ترجمان نے 19 مارچ بروز ہفتہ اقوام متحدہ کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی وضاحت کی جواب میں کہا تھا کہ کرزئی کی باتیں مضحکہ کے قابل ہیں۔ کرزئی کے ترجمان نے کہا کہ ناٹو کی جنگ افغانستان میں بے ہدف اور غیر عاقلانہ ہے۔ اور مزید کہا کہ میں ناٹو سے پوچھوں گا کہ وہ گذشتہ تیرہ سالوں میں اپنا ہدف کیوں حاصل نہ کر سکے۔ اور اس جنگ میں صرف اور صرف ہمارے ملک کے بے گناہ لوگ ہی مارے جا رہے ہیں۔ ہمارے گھر تباہ ہو رہے ہیں اور کوئی کامیابی نہیں مل رہی۔

16 مارچ بروز ہفتہ واشنگٹن پوسٹ نے ایک خبر نشر کی جس میں امریکی حکام نے کہا کہ امریکا نے کرزئی کے حالیہ بیانات پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا بلکہ اسے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے آزاد چھوڑ دیا۔ امریکا اس کے بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا جو در حقیقت امریکا کی جانب سے کرزئی کی ایک طرح سے بے عزتی ہے۔

جارحیت کی ناکامی اور شکست کا اعتراف:

ایک طرف صلیبی جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلی اپنے آپ کو تسلیاں دیتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ افغانستان میں انہوں نے اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے اور طالبان کو انتہائی شکست سے دوچار کر دیا ہے دوسری طرف ایسوسی ایٹڈ پریس کی رپورٹیں بتاتی ہیں کہ 3 مارچ بروز اتوار اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ کہا جاتا ہے کہ امریکی وزیر دفاع چیک ہیگل سیکیورٹی وجوہات کے باعث اس کانفرنس میں شرکت نہیں کر سکتے جس کا انہوں نے کرزئی سے وعدہ کیا تھا۔

اس کے دو دن بعد 5 مارچ بروز ہفتہ امریکی انٹیلیجنس اداروں نے اطلاع دی کہ افغان جنگ کے نتیجے میں صرف چند علاقوں میں طالبان کی تعداد کم ہوگئی ہے اور دیگر پورے ملک میں طالبان کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ اس کے علاوہ روزنامہ کرسچن سائنس مانیٹر نے اسی تاریخ کو لکھا کہ افغانستان میں امریکا کی تمام کوششیں بے جا ثابت ہو رہی ہیں۔ اس روزنامہ نے یہ بھی کہا کہ ایک دہائی سے امریکا کو یہ بات بتائی جا رہی ہے کہ افغانستان القاعدہ کا مرکز ہے مگر وہ اسے ایسا ملک سمجھ رہے ہیں جیسا کہ امریکا ہے۔ اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کی بات سچی تھی۔ اور حال یہ ہے کہ اکثر امریکی فوجی اب بھی افغانوں کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور انہیں تربیت دیتے ہیں جس کے جواب میں ان کے گن کا رخ امریکیوں کی جانب ہی مڑ جاتا ہے۔

ان اعترافات کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ یہاں تک کہ 16 مارچ بروز ہفتہ روزنامہ ٹیلیگراف میں شائع ہونے والی ایک تجزیاتی رپورٹ میں برطانوی وزارت دفاع نے ناٹو کو بھی سوویت یونین کا خطاب دیا۔ کیوں کہ سوویت یونین بھی چاہتا تھا کہ افغانوں سے کمیونزم زبردستی قبول کروائے۔ ناٹو بھی چاہتا ہے اپنا ڈیموکریسی نظام افغانوں سے زبردستی تسلیم کروائے۔ جس کے انجام کار دونوں اپنے ان کوششوں میں ناکام ہو رہے ہیں۔

صلیبیوں کا فرار اور انجام:

آج کل صلیبی جارحیت پسندوں کے فرار اور 2014 کے بعد ان کے کچھ فوجیوں کا افغانستان میں قیام زیر بحث ہے۔ جس پر ہر وقت تبصرے جاری رہتے ہیں۔ اس حوالے سے 7 مارچ بروز جمعرات امریکی کمانڈر جیمز میٹس نے افغانستان میں اپنے باقی رہ جانے والے فوجیوں کی تعداد 13600 بتائی۔ حالانکہ امریکا چاہتا ہے 2014 کے بعد اپنے فوجیوں کے لیے اپنے مفادات کا بھی خیال رکھے۔ اور کابل حکومت کے ساتھ یہ اتفاق ہو گیا ہے کہ وہ افغانستان میں بہت سے فوجی اور بھی چھوڑیں گے۔

جنرل میٹس کے بیان کے ایک دن بعد حامد کرزئی نے بھی یہ واضح کر دیا کہ اگر خارجی فوجی چاہتے ہیں کہ افغانستان میں رہیں تو انہیں چاہیے کہ کابل حکومت سے قانونی معاہدہ کریں۔

اس کے اگلے روز جنرل میٹس نے کہا کہ صلیبی جارحیت پسند چاہتے ہیں فرار ہونے سے قبل کچھ ڈرون طیارے اپنے کٹھ پتلیوں کو دیکر چلے جائیں۔ ایسا لگتا ہے کہ صلیبی کئی عشروں سے اپنی جارحیت کی ناکامی کے بعد بہت سی پریشانیوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ انکی بے چینی ختم نہیں ہو رہی۔ اب وہ ڈرون طیارے اپنے مزدوروں کو دے کر شاید اپنے اہداف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اب حالات یہ ہیں کہ صلیبی جارحیت پسند دن بدن اپنے وسائل اپنے کیمپوں اور اڈوں سے نکال رہے ہیں۔ ہالینڈ نے بھی 9 مارچ کو اعلان کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ مقررہ وقت سے قبل تربیت دینے والے فوجی قندوز سے نکال لیں۔

ہالینڈ کے صدر مارک روٹی نے اپنے کابینہ کے ایک اجلاس کے بعد یہ پیشکش کی کہ ہالینڈ چاہتا ہے کہ افغانستان میں اپنے تربیت دینے والے فوجیوں کو جولائی کی ایک تاریخ تک افغانستان سے نکال دے۔ ہالینڈ جس کے افغانستان میں دو ہزار فوجی کام کر رہے ہیں۔ دو سال قبل ہالینڈ کے فوجی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اب 454 تربیت دینے والے فوجی افسر، چار جیٹ طیارے {ایف سولہ} ملک کے شمال میں افغانستان کے مظلوم عوام سے جنگ میں مصروف ہیں۔

16 مارچ بروز ہفتہ رپورٹوں کے مطابق ہالینڈ کی فوری کوشش ہے کہ افغانستان سے نکل جائے۔ وزارت دفاع کے اعلان کے مطابق ہسپانوی فوجی صوبہ بادغیس سے اپنے قلمرو کی طرف جا رہے ہیں۔ رپورٹوں کے مطابق 45 ہسپانوی فوجی گذشتہ جمعرات کو اپنے ملک لوٹ گئے۔ ہسپانیہ کے 1400 فوجی افغانستان میں ہیں ان کے اعتراف کے مطابق کم از کم 100 فوجی ان میں سے ہلاک ہو چکے ہیں صلیبی جارحیت پسندوں کو اب عقل آئی ہے کہ افغان عوام سے ٹکر نہیں لی جا سکتی ۔اس لیے جنگ کے میدان سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ 19 مارچ بروز منگل ڈنمارک کے فوجیوں نے اعلان کیا کہ اگست کے مہینے تک اپنے آدھے فوجی افغانستان سے نکال لیں گے۔ انہوں نے بھی ہالینڈ اور ہسپانیہ کے نقش قدم پر قدم رکھا۔ ڈنمارک کے صدر ہیلی شمیٹ نے کوپن ہاگن میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کہا کہ ہلمند سے ان کے فوجی جلد از جلد نکل جائیں گے۔ ان فوجیوں کے جگہ دوسرے فوجیوں کو بھی وہاں نہیں بھیجا جائے گا۔ ڈنمارک جو افغانستان میں 2002 سے اب تک 43 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کر چکا ہے

26 مارچ بروز پیر آسٹریلیائی فوجیوں نے اعلان کیا کہ رواں عیسوی سال کے دوران اپنے فوجیوں کو اروزگان سے نکال لیں گے۔

صلیبی جارحیت پسند اب سمجھ گئے ہیں کہ ان کے لیے افغانستان سے انخلاء ہی مشکل نہیں اپنے ممالک میں بھی طرح طرح کے مشکلات کا سامنا ہے۔ رپورٹوں کے مطابق وہ فوجی جو افغانستان سے اپنے ممالک لوٹ جاتے ہیں اوسطا روزانہ 22 افراد خودکشیاں کرتے ہیں۔

16 مارچ بروز اتوار لندن سے چھپنے والے روزنامہ ٹیلیگراف نے برطانوی وزارت دفاع کے حوالے سے بتایا کہ افغانستان کی جنگ میں 11000 سے زیادہ فوجی ایسے ہیں جو اپنے ممالک کو لوٹنے کے بعد ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ جو اب تک زیر علاج ہیں۔ روزنامہ ٹیلیگراف کے مطابق 7 افراد اب تک اس بیماری سے صحتیاب ہوئے ہیں جنہوں نے گذشتہ مہینے میں خودکشی کر لی۔ گذشتہ دہائی میں جن لوگوں نے خودکشی کی ہے ان کی کل تعداد 123 تک پہنچتی ہے۔

ان حالات میں جب افغانستان سے صلیبیوں کے فرار کا سلسلہ جاری ہے اور صلیبی جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلیوں کے ساتھ وہ کچھ ہو رہا ہے جس کا انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ مجاہدین کی جانب سے ان کے خلاف سخت آپریشن روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس لیے 26 مارچ بروز منگل ایساف نے اعلان کیا کہ طالبان کے حملوں کا مقصد ذرائع ابلاغ کی توجہ حاصل کرنا ہے۔ حالانکہ ان کے درجنوں صلیبی فوجی اور ان کے کٹھ پتلی ملک کے طول و عرض میں ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں اور انہیں بھاری نقصانات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔

گدھ عقاب کی صورت میں :

گذشتہ گیارہ سالوں میں خارجیوں کی ہر وقت کوشش رہی کہ اپنے حوصلہ ہارے ہوئے فوجیوں کو تسلی اور تقویت دی جائے۔ انہیں اطمینان دلایا جائے کہ انہوں نے مجاہدین کو پیچھے دھکیل دیا ہے۔ اس لیے وہ اپنے مکروہ آپریشنز پر وحشی جانوروں کے نام رکھتے ہیں جیسے عقاب، اژدھا و دیگر یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے تاکہ اس سے مجاہدین کے حوصلوں کو توڑا جائے۔ اس لیے 13 مارچ بروز بدھ قول اردو زون 205 کے کمانڈر نے عقاب کے نام سے آپریشن کا آغاز کرنے کی خبر دی۔ مگر مجاہدین نے کوے سے زیادہ اس بزدل عقاب نامی آپریشن کو خاک میں ملا دیا۔

پولیس معاشرے کے خدمتگار:

ہم روزانہ یہ نعرہ سنتے اور ہر جگہ دیکھتے ہیں کہ پولیس معاشرے کی خادم ہے۔ درحقیقت پولیس اس کوشش میں ہے کہ اس نعرے کو عملی شکل دیدیں۔ وہ اس

16 مارچ بروز ہفتہ ایک انتہائی دردناک واقعہ پیش آیا۔ کیوں کہ ان دنوں کشاف کی سربراہی میں درباری مولوی جو اب بھی صلیبی جارحیت پسندوں کے دسترخوان پر بیٹھے ہیں اور کچھ ڈالروں کے مقابلے میں اپنا ایمان بیچ رہے ہیں۔ اعلان کیا کہ اگر امریکا بگرام کی جیل کرزئی کے حوالے نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ افغانستان صلیبی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے۔ کشاف نے اپنے ساتھیوں سمیت نہ اپنی توہین کی بلکہ تمام علماء کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔

طرح کہ کوئی صاحب حیثیت شخص نظر آئے تو اسے لوٹ لے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوٹنے والے سے زیادہ اس کی فرمائش کرنے والا طاقتور ہوتا ہے اس حوالے سے 3 مارچ بروز اتوار ہرات ضلع انجیل میں سیکیورٹی کمانڈر نے چوری کے قضیے میں اہم کردار ادا کیا جسے بعد ازاں عدالت کی جانب سے جیل بھیج دیا۔

انصاف کا اعتراف :

اپریل کے مہینے میں ایک عجیب اور حیران کن خبر ذرائع ابلاغ کی جانب سے پھیلائی گئی کہ اروزگان ضلع چار چینوی میں کابل حکومت کے اہلکاروں نے لوگوں کے حقوق کا مسئلہ بھی طالبان سے منسوب کرتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں میں ہم نے کئی بار یہ بات سنی ہے کہ افغان عوام اپنے مسائل امارت اسلامیہ افغانستان کی عدالتوں میں حل کرواتے ہیں۔ یہ امارت اسلامیہ کے عدل وانصاف کی گواہی ہے۔ جو افغان عوام اپنے عمل سے دے رہے ہیں۔ یہ امارت اسلامیہ کی بڑی کامیابی اور کرزئی انتظامیہ کی بہت بڑی نااہلی ہے۔

درباری مولوی علماء کے دامن پر دھبہ ہیں۔

16 مارچ بروز ہفتہ ایک انتہائی دردناک واقعہ پیش آیا۔ کیوں کہ ان دنوں کشاف کی سربراہی میں درباری مولوی جو اب بھی صلیبی جارحیت پسندوں کے دستر خوان پر بیٹھے ہیں اور کچھ ڈالروں کے مقابلے میں اپنا ایمان بیچ رہے ہیں۔ اعلان کیا کہ اگر امریکا بگرام کی جیل کرزئی کے حوالے نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ افغانستان صلیبی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے۔ کشاف نے اپنے ساتھیوں سمیت نہ اپنی توہین کی بلکہ تمام علماء کی توہین کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ کشافی مولوی جنھوں نے امریکا کی جانب سے گذشتہ گیارہ سالہ جارحیت، ہزاروں بوڑھوں، بچوں، خواتین، مساجد گاوں اور گھروں کی شہادت پر مسلسل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ امریکیوں کی جانب سے قرآن کریم کی بے حرمتی اور ہزاروں لوگوں کو جیل میں ڈالنے کے واقعے پر چپ رہے۔ آج جب کرزئی اور امریکا کے درمیان اختلافات نظر آئے تو انہیں فوراً اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور حال یہ کہ جب کرزئی نے دیکھا کہ امریکا اس کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تو اس نے اپنی باتوں کو میڈیا کا پروپیگنڈا اقرار دیا اور اپنے آقاوں کو ایک بار پھر سٹریٹجک پارٹنر اور دوست کہا۔ کشافیوں نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر دیا کہ امریکا نے افغانستان کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

کٹھ پتلی پولیس کی جانب سے قرآن سوزی :

گذشتہ دہائی میں ہم نے بہت سنا تھا کہ غاصب درندے قرآن کریم کی بے حرمتی کرتے ہیں اور آگ سے جلاتے ہیں مگر اب کی بار ہم نے انتہائی عجیب خبر ذرائع ابلاغ سے سنی ہے کہ کٹھ پتلی انتظامیہ کی پولیس نے بھی قرآن کو آگ میں جلا دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ 18 مارچ بروز پیر ہلمند ضلع موسی کلا کی ایک علاقائی مسجد میں ایک پولیس اہلکار اندر گیا اور قرآن کریم کے چند نسخوں کو جلا دیا۔ اگلے دن علاقے کے لوگوں نے ریلیوں کا آغاز کر دیا۔ اور پولیس کی شکایت کی جس نے قرآن کریم کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا تھا۔ مظاہروں اور ریلیوں کے نتیجے میں پولیس نے مظاہرین پر حملہ کیا عینی شاہدین کے مطابق کم از کم 15 افراد شہید ہو گئے۔ اور 10 سے زیادہ زخمی ہو گئے۔ ایک ہفتے کے بعد پھر 24 مارچ کو کرزئی نے ایک وفد ہلمند بھیجا تاکہ معاملے کی تفتیش کرے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ اس مرتد کے خلاف کسی نے بھی کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔ یہ وفد جو 24 مارچ بروز اتوار صوبہ ہلمند کے لیے متعین کیا گیا تھا۔ 28 مارچ کو ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ مذکورہ وفد اب تک ہلمند نہیں گیا۔ پھر آج تک اس بہت بڑے اور ناقابل معافی جرم کا معلوم نہ ہو سکا۔ اور نہ اس حوالے سے کوئی بات چیت ہوئی۔

اس واقعے کے اگلے روز صوبہ ہلمند کے زعماء اور سماجی رہنماوں نے مزدور ادارے سے مطالبہ کیا کہ مذکورہ مرتد کو پھانسی دی جائے۔ دوسرا یہ کہ کابل کی مزدور حکومت انسانی حقوق کے خوف سے شرعی حدود کا نفاذ نہیں کر سکتی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ افغانستان میں مجاہدین کے علاوہ کسی کو بھی آج تک پھانسی کی سزا نہیں دی گئی اور نہ کسی پر کوئی شرعی حد جاری کیا گیا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے مکمل اور تفصیلی معلومات کے لیے الامارہ ویب سائٹ یا دیگر ذرائع ابلاغ سے رجوع کیا جائے۔

ماخذ: خبری ویب سائٹ، امارت اسلامیہ دعوت وارشاد کمیشن کی رپورٹس، الامارہ ویب سائٹس پر نشر ہونے والی عوامی نقصانات کی خبریں اور ہفتے بھر کے اہم نقصانات خالد غزنوی کے قلم سے۔

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے قتل	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	100	0	40	17	116	55	36	3	3	0
2-	ہلمند	120	1	66	37	219	94	29	8	11	1
3-	غزنی	45	0	8	3	115	42	10	10	9	0
4-	خوست	37	0	2	1	31	45	5	0	0	0
5-	نورستان	11	0	0	0	13	1	0	0	0	0
6-	میدان وردگ	74	0	34	8	87	63	27	0	0	0
7-	کونڑ	63	0	27	6	83	66	10	7	1	0
8-	پکتیکا	26	0	8	9	70	45	15	3	2	0
9-	زابل	43	1	14	9	22	16	30	2	0	1
10	لوگر	32	0	5	7	33	35	8	12	2	0
11	کاپیسا	10	0	0	0	15	9	4	2	0	0
12	روزگان	36	0	2	3	25	15	11	1	0	0
13	پکتیا	15	0	0	0	28	10	6	1	0	0
14	فراہ	11	1	0	0	109	93	2	9	5	1
15	کابل	7	0	4	4	8	9	5	0	0	0
16	ننگرہار	55	1	2	0	103	89	27	6	3	1
17	لغمان	28	0	0	0	35	26	8	3	0	0
18	ہرات	24	0	1	1	29	22	17	1	1	0
19	نیمروز	17	0	0	0	26	7	3	0	0	0
20	بادغیس	17	0	0	0	36	27	4	2	4	0
21	قندوز	6	0	0	0	10	4	0	0	0	0
22	بغلان	2	0	0	0	6	0	1	0	0	0
23	فاریاب	13	0	0	0	11	18	3	1	0	0
24	غور	4	0	3	0	1	7	1	0	0	0
25	پروان	11	0	2	3	3	4	1	0	0	0
26	تخار	1	0	0	0	1	1	0	0	0	0
27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
28	بدخشان	13	0	0	0	102	44	28	98	23	0
29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
30	بلخ	3	0	0	0	2	0	0	5	0	0
31	جوزجان	12	0	8	0	10	6	4	0	0	0
32	دائی کنڈی	3	0	0	0	3	2	1	0	0	0
33	سرپل	4	0	0	0	8	3	0	3	2	0
34-	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		843	4	226	108	1360	858	296	177	66	4

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1-ہلمند میں 2ڈرون طیارے 2 –ننگرہار میں ایک ہیلی کاپٹر 3 –ایک ڈرون طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

بہت سی کامیابیاں جو ہمیں حاصل ہو رہی ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہم سب کے لیے لازم ہے۔ تاکہ ہمیں اہداف کے حصول میں اللہ تعالیٰ کی مزید توفیق حاصل ہو۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ تعالی سے مزید توفیق کا سوال کریں اور اس عہد و وفا کو لازم پکڑیں جو اپنی توقعات اور جہادی اہداف کے حصول کے لیے اپنائے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے نفس کے غرور میں مبتلاء نہ ہوں اور نہ ہی جہادی اہداف اور اس مقدس راستے کی پیروی سے لاپرواہی برتیں۔

اسی واسطے ہم پر واجب ہے کہ تمام معاملات میں اللہ تعالی کی رضاء ، امیر کی اطاعت، دیئے گئے جہادی لائحہ عمل کی پیروی، اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد اور افغان عوام کی خوش بختی کو اپنے جہادی اہداف کا لازمی حصہ سمجھیں۔ کیونکہ ہماری قوم جس کا میں اور آپ بھی حصہ ہیں گذشتہ تیس سال سے زائد عرصے سے سخت کرب و مصیبت میں مبتلاء اور زخموں سے چور ہے۔ ہم سب پر اس قوم کا حق ہے کہ ان کے ساتھ مہربانی، ملائمت اور خوش خلقی سے پیش آئیں اور ان کے لیے اپنے سینوں کو کشادہ رکھیں۔ اس لیے کہ اس قابل فخر قوم کے ایثار اور قربانیوں ہی کے نتیجے میں ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ اتنی بڑی قوت اور مغرور عسکری طاقت کے سامنے گیارہ سال سے مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں اور ہر جگہ دشمن کو شکست سے دوچار کیا ہوا ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

2nd Year May 2013

پامیر

ان پہاڑوں سے ٹکرا کر استعمار نے کئی بار اپنا سر پھوڑا۔